بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

صارم خان نے یہ ناول (شامِ اندھیر کو جو چراغاں کرے) صرف اور صرف نیو ایرا میگزین (New Era Magazine) کیلئے لکھا ہے۔اس ناول (شامِ اندھیر کو جو چراغاں کرے) کے تمام جملہ و حقوق بمعہ مصنفہ کے نام صرف اور صرف نیو ایرا میگزین (New Era Magazine) کے نام محفوظ کیے جاتے ہیں۔ لہٰذا کسی بھی ادارے،ڈائجسٹ، سوشل میڈیا،ویب سائٹ یا کوئی بھی فرد بمعہ مصنف کو اس کا کوئی بھی حصہ کسی بھی صورت میں شائع کرنے کی سخت ممانعت ہے۔ عمل درآمد نہ کرنے کی صورت میں قانونی کارروائی کی جائے گی۔

شکریہ

ادارہ: نیو ایرا میگزین

WEB SPECAIL NOVEL

****

بِسمِ اللہ الرّحمنِ الرَّحیم

شامِ اندھیر کو جو چراغاں کرے

قسط:5

"لکڑی کا گھر"

"دنیا کی زندگی تو محض دھوکے کا سامان ہے۔"

(سورة آل عمران، آیت نمبر185)

☆☆☆

اسلام آباد پر روکھی سوکھی، اداس سی دوپہر اتری تھی۔ جانے آج اس دوپہر میں کیا بات تھی؟ آج صبح سے نورالعرش کو گھر سے قریباً تیس کالز آچکی تھیں۔ اسنے اپنی ریسرچ کے متعلق یونی میں اپنے سوپر وائزر سے کچھ ہدایات لینی تھی سو وہ یونی گئی ہوئی تھی۔ مگر اسے سمجھ نہیں آرہا تھا کہ آخر اتنی کالز کیوں کی جا رہی ہیں؟ اس نے سیل آف کر دیا تھا۔

گاڑی گھر میں داخل ہوئی تو نور کے دل میں کچھ ڈوب کر ابھرا۔ خطرے کی گھنٹیاں بے اختیار دماغ میں بجیں۔

گھر کے باہر بے شمار گاڑیوں کی قطاریں لگیں تھیں۔اور گھر کے اندر بہت سے لوگ کھڑے تھے، جن کو وہ جانتی بھی نہیں تھی۔ایک دو ہمسائے بھی نظر آئے مگر اس وقت وہ یہ نہیں سوچ رہی تھی کہ وہ اس وقت وہاں کون کون ہے؟

وہ بس یہ سوچ رہی تھی کہ وہ سب یہاں کیوں ہیں؟

"اسغر انکل!۔۔یہ۔۔سب۔۔کیا۔۔ہے؟"اس نے ڈوبتے ہوئے دل کے ساتھ ڈرائیور کو مخاطب کیا جس نے اب گاڑی پارک کر لی تھی اور اب وہ نور کے اترنے کا انتظار کر رہا تھا۔

آنکھیں جانے کیوں پانی سے بھر گئیں؟آخر ہوا کیا تھا،کچھ بھی تو نہیں ہوا تھا، پھر وہ کیوں روئے؟

"نور بیٹا،اندر جائیں!"اور اسے لگا کسی نے اسے آسمان سے نیچے لا پھینکا ہے۔دل نا جانے کیا کیا سوچے جا رہا تھا اور وہ دل کو کنٹرول بھی نہیں کر پا رہی تھی۔

اسغر(ڈرائیور)نے اتر کر آرام سے دروازہ کھولا تو وہ ذرا جاگی۔پھر آہستہ سے پاؤں باہر کو نکالا، پھر سر اور پھر بے جان ٹانگوں سے باہر کو نکلی۔اسکی نظر اب گیٹ پر دوبارہ

www.neweramagazine.com

پڑی۔وہاں سے اب ایک اور گاڑی اندر کو داخل ہو رہی تھی۔پھر اسکی نظر اندر بیٹھے لوگوں پر پڑی۔

وہ حلیمہ پھوپھو کی فیملی تھی۔

گاڑی سائڈ پر پارک کی گئی۔وہ اب بھی وہیں شل سی کھڑی تھی۔بے جان، حیران، پریشان۔گاڑی سے حلیمہ روتی ہوئی اتری، پھر زیمل اور ثناء روئی ہوئی آنکھوں کے ساتھ اتریں پھر جنید اترا اور کچھ مردوں کی طرف جا کر ان سے ملا۔

حلیمہ اسکے قریب آ کر اس سے جھپٹ پڑی۔

"میری بچّی۔۔حوصلہ۔۔"

اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا وہ کیوں ایسے رو رہی تھیں؟اور اسے گلے سے کیوں لگائے رکھا تھا؟

"ممی،اندر چلیں!"زیمل کی آواز اسکے کانوں سے ٹکرائی۔

"چلو نور العرش! چلو!"حلیمہ نے اس کا ہاتھ مضبوطی سے پکڑا اور اسے اندر لے جا رہی تھیں۔نور بے جان سی چلتی جا رہی تھی۔اس کا دماغ جانے کیوں پوری طرح ماؤف ہو چکا تھا۔

www.neweramagazine.com

اندر لاؤنج میں جا کر اس نے دیکھا وسط میں ایک طابوت سا پڑا ہے اور ارد گرد عورتوں کا حجوم جمع ہے۔ حلیمہ اور نور کو آتا دیکھ کر سب ایک طرف ہو گئیں۔ حلیمہ ایک دفعہ پھر اس پر جھپٹ پڑیں اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگیں۔ اور یہ وہ وقت تھا جب اسکے بد ترین انکشافات پر درستگی کی مہر لگا دی گئی۔

دادی جان اسے چھوڑ کر چلی گئی تھیں۔

اور اب اسکی نا صرف آنکھوں سے پانی گرنے لگا بلکہ اسنے محسوس کیا کہ اسکے منہ سے رونے کی آوازیں نکلنے لگی۔ وہ چلائی نہیں مگر رونے لگی۔ اسے ایسا محسوس ہونے لگا کہ ابھی اسکا دل پھٹ جائےگا اور اسکی دنیا ختم ہو جائےگی۔ اسکی دنیا تو ختم ہو ہی گئی تھی۔۔

زندگی نے اس سے ایک اور رشتہ چھین لیا تھا۔ آج اسے پھر اپنا آپ اکیلا محسوس ہوا، روز سے کہیں زیادہ۔

☆☆☆

20 برس قبل:

رات کا اندھیرا، ڈھیروں چاندنی اپنے اندر سموئے سب کو اوپر سے دیکھ رہا تھا۔ تبھی اپنے نیچے اس نے دیکھا، ایک پرانے محلے کے ایک خستہ حال مکان کا دروازہ آرام سے کھول کر ایک ہیولہ سا اندر کو داخل ہو رہا ہے۔ اور اس کے ہاتھ میں کوئی لاک پکڑ سا تھا۔

اندر داخل ہو کر صحن کے وسط میں ایک قالین سا بچھا ہوا تھا۔ جس کے گرد چند کرسیاں سی پڑی ہوئی تھیں، جن پر کوئی مہمان وغیرہ اگر آ جائے تو بیٹھ جائے۔ وہ قدم قدم اٹھاتا آگے کو گیا، آگے چاروں طرف کمرے تھے مگر سب اندھیر ہی تھے۔ ایک کمرے میں روشنی تھی، جہاں شاید کوئی اندر بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے اس کمرے کی طرف قدم بڑھائے۔

کمرے کے اندر لائٹ بلب جل رہا تھا، جس کی روشنی میں اسکا چہرہ واضع ہوا۔ وہ عبدالرزاق تھا۔ سامنے ایک کھڑکی تھی، جس کے پار چاند نظر آ رہا تھا۔ اور کھڑکی کے اِس پار ایک ویل چیئر پر نہایت ضعیف آدمی بیٹھا تھا۔

"مج۔ جھے۔ امید۔ تھی۔ آج تت۔ تم۔ آؤ گے!" بوڑھے آدمی کے منہ سے اٹکتی آواز نکلی۔

آدمی اتنا بوڑھا نہیں تھا جتنا لگتا تھا، یا شاید حالات نے اسے ایسا بنا دیا تھا۔

"ہاہاہا! موت اپنے آنے سے پہلے اندیشے بھی بھیجتی ہے؟ مجھے اندازہ نہیں تھا۔۔ بابا!" چہرے پر شدید شیطانی مسکراہٹ آ گئی۔

اب عبدالرزاق قدم قدم آگے کو بڑھنے لگا۔

بوڑھے آدمی نے آہستہ آہستہ ویل چیئر موڑی۔

NewEraMagazine www.neweramagazine.com

عبدالرزاق قدم قدم چلتا ایک دیوار کے ساتھ پڑی کرسی کے آگے کھڑا ہو گیا، جس کے اوپر ایک عورت کی تصویر لگی تھی۔ عورت بے انتہا خوبصورت تھی۔ بھورے لمبے بال۔۔ سنہری آنکھیں۔۔ بنی تنی ہوئی قدرتی پلکیں۔۔ لمبی گردن۔۔ دبلا پتلا وجود۔۔ چہرے پر ایک عجیب دلوں کو چھو جانے والی مسکراہٹ۔۔ اور آسمانوں کا نور تو بس اسی عورت میں سمایا ہوا تھا۔ یا کم از کم عبدالرزاق کو ایسا ہی لگا تھا اپنی ماں کی تصویر دیکھ کر۔

"مم۔ مجھے بھی۔۔ (آواز رندھ گئی)۔۔ بہت یاد آتی ہے۔ میرے بچے عبدل۔۔ مجھے۔۔" بات ادھوری چھوڑ دی اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔

"میں نے۔۔ غلطی۔۔" پھر سے پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے اور باتیں تو ادھوری ہی رہ جاتی ہیں۔ عبدالرزاق مڑا نہیں بس مسکرا کر تصویر کو ہی دیکھ رہا تھا۔

"غلطی۔۔ نہیں۔۔ نن۔ نہیں۔ گناہ۔۔!!" آنسو تھے کہ رکتے ہی نہیں تھے۔

"میں جانتا تھا۔ کک۔ کہ ایک دن آؤ گے۔۔ تت۔ تم!"

"میں بھی جانتا تھا کہ اُس دن میرا، اِس گھر سے تعلق ختم نہیں ہوا تھا۔ میں نے ایک دفعہ پھر آنا ہے۔" جتا کر بولتے ہوئے مڑا۔

"مجھے معاف کر دو!" اتنی سی بات بولتے بھی زبان ڈھیروں بار اٹکی۔

www.neweramagazine.com

زندگی کے پچھتاووں کا اندازہ اکثر تب ہی ہوتا ہے جب زبان اٹکنے لگ جاتی ہے۔ہاتھوں سے تراشے بُت گرانا آسان نہیں ہوتا۔

"معاف!!کیا کہہ رہے ہیں، بابا؟میں نے معاف کب کا کر دیا ہے۔میں تو بس سزا دینے آیا ہوں۔"اب وہ تصویر کے نیچے پڑی کرسی پر بیٹھ گیا تھا،اور وہ دونوں اب بلکل آمنے سامنے تھے۔

عبدالرزاق کو یاد آیا،ایک دن تھا جب وہ نیچے تھا اور اس کا سوتیلا باپ اوپر کھڑا تھا۔اور آج یہ دن ہے کہ دونوں آمنے سامنے بیٹھے ہیں مگر عبدالرزاق اونچا ہے،اور اسی باپ کا وجود نیچے کو ڈھلا ہوا ہے۔اور وجود تو بے شک ڈھے جاتے ہیں۔۔ایک دن۔

"ساری زندگی سزا میں کاٹی ہے۔اپنی لالچ میں آگیا تھا۔"اٹک اٹک کر بولے۔"تمہے بیچنا چاہ رہا تھا، یہ بھی نہیں سوچا کہ شاید جب میری اپنی اولاد ہو گی تو کیسا محسوس۔۔"آنکھیں آنسوؤں سے بھر آئیں۔

"ہاہاہا!"عبدالرزاق طنزیہ ہنسا۔

"اپنی اولاد۔۔اگر سوچ لیتا تو شاید کبھی ایسا نہ کرتا۔کبھی نہیں!"آنسوؤں کا وقفہ۔خاموشی۔"میرے گیارہ بچے ہوئے۔سب بیٹے۔سب مر گئے۔سب کک۔۔کے سب۔۔سب چلے گئے۔"

www.neweramagazine.com

بے اختیار پھوٹ پڑے۔ ہلکورے لے لے کر رونے لگے۔ طاقت میں کی گئی غلطیوں کی سزائیں عام سزاوؤں سے کئی زیادہ چبھتی ہیں۔

"میں نے تمہارے ساتھ برا کیا اور۔۔اور۔۔اور اللہ نے مجھے کبھی اولاد نہیں دی۔ ہمیشہ دی اور چھین لی۔ نہ ملنے والی چیزیں اتنا نہیں تڑپاتیں، جتنا مل کر چھین جانے والی۔"

"مگر۔۔میری سزا اتنی بھی نہیں تھی۔ اللہ نے مجھے۔۔مجھے مارا بھی نہیں۔ میں نے تمہاری ماں کا قتل کیا۔ مگر اللہ نے مجھے مارا ہی نہیں۔ اس نے مجھے زندہ رکھا۔ اور زندگی موت سے بڑا امتحان ہوتا ہے۔ میری دنیا بھی چلی گئی اور آخرت بھی ہاتھ نہ آئی۔"

کافی دیر خاموش رہے۔ عبدالرزاق بھی مسکراتا رہا مگر کچھ نہیں بولا۔

"خودکشی کی میں نے۔ تت۔ تین بار۔۔تینوں بار ناکام۔۔دو دفعہ۔۔ایکسڈنٹ ہوا۔۔ مگر اس کے بعد بھی زندہ رہا۔۔نن۔ نو دفعہ ہاتھ کٹا میرا۔۔رگیں کٹ گئیں۔۔مگ۔۔مگر زندہ رہا۔ غصّے اور جوش میں انسان ایسے ایسے کام کر بیٹھتا ہے کہ دنیا اور آخرت برباد ہو کر رہ جاتی ہیں۔"

آواز میں واضح پچھتاوا تھا۔

www.neweramagazine.com

"میں نے لاکھ کوشش کی۔ مگر زندگی ساتھ ہی نہیں چھوڑتی۔ایک بیوی کو خود مارا اور بیٹے کو بھگا دیا۔ باقی دونوں بیویاں مر گئیں اور اگلی چلنے والی گیارہ نسلیں ختم ہو گئیں۔ تکلیفیں، دکھ، پریشانیاں، ماضی کے پچھتاووں کا بوجھ، سب برداشت کیا۔ مگر مم۔ موت نہ آئی۔ آج لگا کہ یہ چاندنی میری سانسیں لینے آہی گئیں۔"

پھر سے خاموشی رہی۔

"پہلے۔۔پہلے تو خوشی ہوئی کہ آزادی کا وقت آن پہنچا ہے۔۔مگ۔ مگر اب پھر غموں نے آن گھیر لیا ہے۔ لگتا ہے اصل سزا تو اب شروع ہو گی۔ اصل غم، دکھ، تکلیفیں، پچھتاوے تو اب محسوس ہونگے۔اور انسان موت کے فرشتے کے سامنے ہی توبہ کیوں کرتا ہے؟" وہ رو پڑے۔

"کیونکہ موت کا فرشتہ ہی تو انسانوں کو انکی غلطیاں یاد کرواتا ہے۔ ورنہ انسان تو غلطیوں پر غلطیاں اور گناہوں پر گناہ کرتا جاتا ہے۔"

عبدالرزاق طنزیہ بولا۔

"تم۔۔بل۔۔بلکل۔۔ صحیح۔۔کہتے ہو۔ موت ہم۔۔ ہمیں۔۔دراصل گناہوں۔ کک۔ کا احساس دلاتی۔۔ ہے۔ دنیا۔ تو۔ رنگ۔ بکھیرتی ہے۔"

www.neweramagazine.com

دنیا واقعی ہی رنگ بکھیرتی ہے اور اپنے رنگوں کے جلووں میں انسان کو گم کر دیتی ہے، بے شک!

"میں تم سے اور کوئی بات نہیں کروں گا۔" وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ "میں نے اپنا بدلہ لینا تھا، اپنا انتقام۔ میں نا جانے کیا کیا بولنے کا سوچ کر آیا تھا مگر بس اتنا ہی کہوں گا کہ تم نے میری زندگی برباد کر دی۔ اور۔ اور تم مزید نہیں جیو گے۔ ابھی تمہیں اور بھی بڑی سزائیں گزارنی ہیں۔ میں تمہیں ان چھوٹی چھوٹی سزاوؤں میں نہیں چھوڑوں گا۔"

کہہ کر تیزی سے جیب سے کچھ نکالا۔ وہ کوئی خنجر تھا۔

بوڑھے آدمی نے آنکھیں میچ لیں۔ اور لب ہلکے کھلے۔

"لاالٰہ۔۔" آگے بولنے کا شرف اسے حاصل نہ تھا۔

عبدالرزاق نے تیزی سے خنجر اس کے سینے میں گھسا ڈالا۔ اور پھر لگاتار وار کرتا رہا۔ کرتا رہا۔ کرتا رہا۔

تب تک جب تک کہ اسکو یقین نہ ہو گیا کہ اس نے اتنے سال تڑپنے کا پورا حساب نہ نکالا ہو۔ تب تک جب تک اسکے ہاتھ نہ تھکے ہوں۔

پھر زمین پر بیٹھ گیا، شاید گر گیا۔ جانے کیا تھا اب اندر؟ سکون یا پھر اِک نیا پچھتاوا۔

www.neweramagazine.com

وہ خون کی ایک ندی میں بیٹھا ہوا تھا۔آنکھ سے ایک آنسو کی بوند نکلی مگر اس آنسو کے اندر سمایا چہرہ بھی اسکی ماں کا تھا۔وہ جب جب وہ رات یاد کرتا،آنکھوں میں آنسو آ لگتے۔

اور یہاں اسکی انتقام کی آگ پر برسات آگئی۔

یہاں انتقام کا ایک چکر مکمل ہو گیا۔۔

☆☆☆

دادی جان کو مرے چوتھا دن تھا آج۔

اس نے سفید سادہ سا،کھلاّ سا فراک پہنا تھا۔وہ لاؤنج کے ایک کونے میں دیوار سے سر ٹکائے،ذمین پر مردہ سی بیٹھی تھی۔کسی غیر مرئی نکتے پر نظریں جمائے وہ جانے کیا سوچ رہی تھی۔لوگ آگے پیچھے سے گزر رہے تھے،آس پاس کون کون بیٹھا تھا،کون کون اس سے کس طرح تسلّی دے رہا تھا،اسے کچھ علم نہ تھا۔اسے بس علم تھا تو بس اتنا کہ اب وہ اکیلی ہے۔

"بڑی اچھی عورت تھی۔جب میرا بیٹا بیمار تھا اور میرے پاس علاج کے پیسے نہیں تھے،تو اس نے میرے بیٹے کا علاج بھی کروایا اور اسکی نوکری بھی لگوائی تھی۔اللہ بخشے!"

www.neweramagazine.com

"ہاں بڑی اچھی عورت تھی۔جب میرے شوہر کا کام ٹھپ تھا تو اس نے میری مہینہ واری باندھی ہوئی تھی اور اب اللہ بخشے! اپنے پیچھے بے چاری بچی کو چھوڑ گئی ہے۔اللہ اسکی حفاظت کرے!"

اس کے کانوں سے دو عورتوں کا مکالمہ ٹکرایا۔

(پہلے ممی، پاپا، پھر سکندر تایا اور انکی فیملی، پھر حلیمہ تائی اور ان کی فیملی مجھے چھوڑ کر چلی گئی تھیں۔اور اب دادی جان بھی چلی گئیں۔اب مریم بھی چلی جائے گی۔اور۔اور پھر میں کیا کروں گی۔مجھے بھی مر جانا چاہیے! میرا اس دنیا میں کون باقی بچا ہے؟)

آنکھوں سے آنسو نکلا،اس نے صاف نہ کیا۔

"نور!" کسی نے آکر اسکی گالوں سے آنسو صاف کئے۔وہ مریم تھی۔نور نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔

"کیوں رو رہی ہو؟ اللہ تعالی اپنے۔۔" نور نے اسکی بات نہیں سنی اور خود ہی بول پڑی۔

"مریم! ہم سب کب مریں گے۔اللہ تعالیٰ ایک دن اپنے بندوں کو اپنے پاس بلا لیتا ہے،تو وہ مجھے کب بلائے گا؟ مجھے بھی جانا ہے نا۔۔میں۔۔مجھے۔۔" آواز رندھ گئی۔آگے بول ہی نہ پائی۔

"نور، بس کرو! اگر تم چلی گئی تو میرا کیا ہو گا، یہ سوچا ہے تم نے؟" مریم بھی گیلی آواز سے بولی۔ نور اندازہ نہیں کر پائی کہ وہ تسلی تھی یا حقیقت۔

"تم بھی تو مجھے چھوڑ کر چلی گئی تھی؟" مریم لاجواب ہو گئی۔

"نور، میں اب آگئی ہوں نا؟ اب میں۔۔ اب میں کبھی بھی تمہیں نہیں چھوڑوں گی۔ کبھی نہیں!" اسے گلے لگا لیا۔

"مگر اب دادی جان۔۔" وہ پھر سے رونے لگی۔ آگے بول ہی نا پائی۔

"نور یہ سب اللہ کی مرضی ہوتی ہے۔ انسان آگے کا کچھ نہیں جانتا۔ تم۔ تم اٹھو یہاں سے!" نور نے شاید سنا ہی نہیں تھا یا پھر اٹھنا چاہتی نہیں تھی۔ بس رونے لگی۔

"اٹھو نا، نور!" وہ اب اسے زبردستی اٹھا رہی تھی۔

کچھ دیر بعد مریم اسے دادی جان کے کمرے میں لے آئی اور اسے بیڈ پر بٹھایا۔ وہ بے جان سی بیٹھ گئی۔ مریم نے زمین سے اس کا دوپٹہ اٹھایا اور گلے میں ڈال دیا۔ پھر جا کر دروازہ بند کر دیا۔ نور کے سامنے لا کر کرسی رکھی۔ اور پھر خود اس پر آکر بیٹھ گئی۔

"نور میری بات سنو!" اسکے گالوں پر اپنے دونوں ہاتھ رکھے۔ "نور خود کو سنبھالو! دیکھو جو آتا ہے نا، اسنے جانا بھی تو ہوتا ہے اور اللہ تعالٰی کے ہر کام میں کوئی نہ کوئی مصلحت ضرور چھپی ہوتی ہے۔ اگر اللہ تعالٰی نے دادی جان کو اتنے سال تمہارے

سر پر رکھا تو اس کی بھی کوئی وجہ تھی لیکن اب دم واپس بلا لیا تو یقیناً اسکی بھی کوئی وجہ ہے۔ مرنے والوں کے ساتھ مرا نہیں جاتا۔ان کی مغفرت اور انکے امتحان میں آسانی کے لئے دعا کی جاتی ہے۔ تم اتنے دنوں سے روئے جا رہی ہو، کبھی سوچا ہے دادی جان تمھے یوں روتا دیکھ کر کتنی اداس ہو نگی؟"

نور نے کچھ نہ بولا۔ وہ اس قابل ہی نہیں تھی کہ اب کچھ بولتی۔ بس وہ روئے جا رہی تھی۔ پھر آگے ہو کر مریم کے گلے لگی۔ مریم اسے سہلانے لگی۔ تبھی نور کے پیچھے آرام سے دروازہ کھولا گیا۔ اسکی کمر تھی تو اسنے نہیں دیکھا۔ وہ عثمان تھا، مریم نے نظر اٹھا کر دیکھا۔

"اِز شی اوکے؟" اشارہ سا کیا۔

"آلرائٹ!" مریم نے بھی اشارتاً بتایا۔ وہ اب دروازہ بند کر کے واپس چلا گیا۔

"اب مجھ سے وعدہ کرو کہ دوبارہ نہیں رو گی!"

"نہیں! پہلے تم وعدہ کرو کہ دوبارہ مجھے نہیں چھوڑ کر جاؤ گی!" مریم اسکی اس بچکانہ سی بات پر زرا سا مسکرائی۔ وہ جانتی تھی نور کے اندر بہت سی 'اِن سیکیوریٹیز' ہیں، جنکو چھپانے کے لئے وہ ایک بدمعاش، لڑاکا، اور جھگڑالو لڑکی بنی ہوتی ہے۔ مگر دراصل وہ اندر سے ایسی ہی معصوم لڑکی ہے۔

www.neweramagazine.com

ہم انسان ایسے ہی ہوتے ہیں۔ ہم سب اپنے آپکو بدل کرر کھ دیتے ہیں، مگر 'ایکسٹریم سیچوایشنز' میں وہ اندر چھپا اصلی والا انسان باہر آ ہی جاتا ہے۔ معصوم سا۔

"آئی پرامس! دوبارہ کبھی تمہیں نہیں چھوڑوں گی۔ نیور!"

"اوکے! میں۔۔" پھر سے رونے لگی۔

اسکو پھر سے یوں روتا دیکھ کر مریم کی بھی آنکھ سے آنسو گرا مگر اس نے فلحال اپنے آپ کو مضبوط رکھنا تھا۔

☆☆☆

اسلام آباد پر اداس سی شامِ اندھیرا اتر رہی تھی۔ مغرب کی اذانیں ہو چکی تھیں اور اب عشاء کا وقت ہونے والا تھا۔

نور باہر پورچ اور باغیچے کی مشترکہ سیڑھیوں پر بنے اونچے سے پِلر سے ٹیک لگائے بیٹھی تھی۔ اس نے آج سیاہ شرٹ اور ٹراؤزر پہن رکھا تھا اور چھوٹا سا سیاہ مفلر گردن سے آگے کو 'یو' کی شیپ میں لٹکا ہوا تھا۔

"چائے؟" پیچھے سے حبیب کی آواز آئی۔

اس نے سر اٹھا کر دیکھا حبیب کے ہاتھ میں چائے کا مگ تھا۔

www.neweramagazine.com

"نو، تھینکس!"اس نے نفی میں سر ہلایا۔

"گڈ! مجھے اپنی چائے شئیر کرنا اچھا نہیں لگتا۔"وہ بس ہولے سے مسکرائی۔

وہ اس کے ساتھ آ بیٹھا۔نور کچھ غیر آرامدہ محسوس کرنے لگی۔لگتا تھا وہ مہینوں بعد مل رہے ہیں،حالانکہ دادی جان کی دیتھ سے پچھلی رات کو ہی تو انکی بات ہوئی تھی۔

"کیسی ہو؟"

نور نے کوئی جواب نہ دیا۔

"کیسی ہو؟"وہی لہجہ۔وہی نرمی۔

"ٹھیک ہوں۔"

"لگ تو نہیں رہی۔"نور نے پھر کوئی جواب نہیں دیا۔

حبیب کو اندازہ ہو گیا کہ وہ فلحال اس کیفیت میں نہیں تھی کہ ایک دم سب کچھ صحیح کر لیتی۔

"نور،انسان زندگی میں ہر چیز اپنے مطابق نہیں کر سکتا۔"وہ اسے دیکھی۔اور مسکرائے بغیر تیزی سے بولی۔

"مجھے کوئی شکوہ نہیں ہے!"

"کرنا بھی نہیں!" وہ مسکرایا۔

پھر سے درمیان میں خاموشی در آئی۔ حبیب کو اسکا روکھا سوکھا سا لہجہ، جس میں اصل والی نور العرش کا کوئی سرا نہیں دکھتا تھا، اچھا نہیں لگا تھا۔

"تم مجھ سے ناراض۔۔" نور نے اسکی بات کاٹی۔

"میں اس وقت بہت تھکی ہوئی ہوں اور تم سے کوئی بات نہیں کرنا چاہتی۔" کہہ کر اٹھی۔

"نور! کل میں چلا جاؤں گا!" وہ پیچھے مڑا اور تیزی سے بولا۔

"تو؟" سخت سا لہجہ۔

"ہم دوبارہ شاید کئی سالوں بعد ملیں۔" اس بار اسکے لہجے میں کچھ اداسی سی تھی۔

"مجھے خوشی ہوگی!" کہہ کر وہ تیزی سے اندر کو چلی گئی۔

حبیب حیران اور خفا سا پیچھے کو دیکھتا رہا۔ کاش! وہ اس رات اسکی بات سن لیتا تو آج وہ اس طرح ناراض تو نہ ہوتی۔ اسے اپنی غلطی پر افسوس ہوا۔

☆☆☆

www.neweramagazine.com

اسلام آباد پر صبح اتری۔ گرمی اب آہستہ آہستہ بڑھ رہی تھی۔اور دھوپ میں تیزی آ رہی تھی۔

نور کی آنکھوں پر پڑنے والی روشنی سے آنکھ کھلی۔

زرا اٹھ کر بیٹھی۔

"اب صبح اور شام کتنی خاموش ہو گئیں ہیں نہ؟پہلے جب دادی جان ہوا کرتی تھیں تو صبح عمران چاچا آیا کرتے تھے دروازہ بجانے۔اب تو،آہ۔۔بزرگ گھر پر جب موجود ہوتے ہیں تو گھر میں گو،رونق سی لگی رہتی ہے۔دادی جان نہ زیادہ بولتی تھیں،نہ چیختی چلاتی تھیں،مگران کے ہونے سے جیسے گھر میں شور ہوتا تھا۔"اس نے دل ہی دل میں سوچا۔

پھر اٹھی اور باتھ روم گھس گئی۔

کچھ دیر بعد نکلی تو حلیہ اور چہرہ دونوں قدرے درست تھے۔ایک نیا دن،ایک نئی شروعات!

اس نے سائڈ ٹیبل سے موبائل اٹھایا اور چارجنگ پر لگا دیا۔

پھر دروازے کے پاس آکر باہر نکلنے لگی تو ٹھٹکی۔

ساتھ پڑی میز پر کچھ پڑا تھا۔

ایک چاکلیٹ پڑی تھی اور اسکے نیچے ایک چھوٹی سی چٹ۔اس نے چٹ چاکلیٹ کے نیچے سے نکالی۔

"I'm Sorry, Noor ul Arsh!"

اسے بے اختیار غصّہ آیا۔چٹ کو مروڑا اور وہیں پھینک دیا۔

پھر کمرے سے باہر آئی۔

نیچے مریم ناشتے کی ٹیبل پر کھڑی تھی،چائے مکس کر رہی تھی۔ ٹیبل پر دادی جان کے علاوہ سب موجود تھے مگر پھر بھی خاموشی سی تھی۔

"اوہ نور! شکر ہے تم آگئی۔بیٹھو میں ناشتہ لاتی ہوں۔"

"اسلام علیکم!" اسنے باآوازِ بلند سلام کیا۔سب کی نظریں اسکی طرف بڑھیں۔

سب نے بس دل ہی دل میں جواب دیا۔وہ ٹیبل پر آبیٹھی۔

اس نے نظر دوڑائی۔سب تو موجود تھے پھر نا جانے اسکی نظریں کسے تلاش کر رہی تھیں؟

"حبیب کتنے بجے پہنچے گا؟" سکندر نے عثمان کو مخاطب کیا۔اسکے ماتھے پر شکنیں در آئیں۔

www.neweramagazine.com

"کیوں حبیب کہاں گیا۔۔؟"اس سے پہلے کے عثمان سکندر کو جواب دیتا، وہ پوچھ پڑی۔

دل نے جواب دے دیا تھا، مگر پھر بھی زبانوں کی مہر ضروری لگی۔

"اسکی آج فلائٹ تھی قطر کی۔تمھے نہیں پتا؟"سکندر تایا بولے۔

"جی۔وہ۔جی!"بس ٹوٹے ٹوتے لفظ ہی زبان سے نکل پائے۔

اللہ، اللہ! وہ چلا گیا تھا اور ساتھ ہی 'سوری لیٹر' بھی چھوڑ گیا تھا اور اسنے۔۔

اس کے بعد عثمان اور سکندر کے درمیان کیا بات ہوئی اسے کچھ نہ سنائی دیا۔اسے بس اتنا پتا تھا کہ وہ ایک آخری دفعہ اس سے کچھ بات کرنا چاہتا تھا اور اسنے سنا تک نہیں۔اور وہ ہمیشہ اسے منا لیتا تھا اور آج بھی منا کر گیا تھا۔مگر وہ ہمیشہ ایسی ہی غلطیاں کر بیٹھتی تھی۔

☆☆☆

پاکستان میں کب کی رات اتر چکی تھی۔اسلام آباد کے اونچے اونچے درختوں والے گھر پر بھی رات اور نیند اتر چکی تھی۔رات کا تیسرا پہر چل رہا تھا اور اس گھر میں کوئی بھی نہیں تھا جو اس وقت تہجّد کے لئے اٹھتا۔سو سب گھوڑے بیچ کر سوئے پڑے تھے۔

www.neweramagazine.com

نورالعرش نے ابھی تک بیلکونی کا دروازہ فکس نہیں کروایا تھا، سو وہ ویسے ہی ٹوٹا ہوا تھا۔ دادی جان کی دیتھ کے باعث اسکا دھیان اس سب اٹھ گیا تھا، جو اس کے ساتھ کچھ دنوں سے ہو رہا تھا۔ مگر فلحال اب کچھ دنوں سے کچھ بھی نہیں ہوا تھا سو وہ سب بھول چکی تھی۔ بھلا نئے دکھوں میں کوئی پرانے غموں کا کیا کام؟

تبھی بیلکونی کے دروازے پر کوئی چہرہ اچانک نمودار ہوا۔ اونچا لمبا مرد، ہلکی داڑھی، گندمی رنگت، سیاہ آنکھیں اور سیاہ بال۔ لڑکے نے ہڈی پہن رکھی تھی اور اسکے چہرے کا بس ناک کے نیچے تک کا حصّہ ہی نظر آرہا تھا۔ وہ بلاشبہ مراد ہی تھا۔

وہ یقیناً گھر کے پچھلے حصّے سے داخل ہوا تھا اور وہاں سے گھر کے بائیں سائڈ کی دیوار سے چڑھ کر آتا آتا نور کے کمرے تک آگیا۔ اور اس کی بیلکونی میں پھلانگ گیا۔ کیونکہ اگر وہ سیدھے گیٹ سے آتا تو گارڈ اسے ضرور پکڑ لیتا۔ مگر ایسے لوگ کہاں سیدھے ہوتے ہیں؟

آہستہ سے جیب سے کچھ نکالا۔ اور بیلکونی کے دروازے کے لاک تک لایا۔ مگر پھر چونکا۔ لاک تو وہاں تھا ہی نہیں، بلکہ لاک ٹوٹا ہوا تھا۔ یعنی اسے بس دروازہ دھکیلنا تھا۔ اللہ شکر! اس کا کام تو مزید آسان ہو گیا۔

آرام آرام سے دروازہ دھکیلا، اور دھکیلا بھی اس انداز میں کہ کرسی بنا 'چوں، چاں' کئے تھوڑی آگے کو ہو گئی۔ پھر آہستہ آہستہ اسنے بیلکونی کا دروازہ اتنا کھول دیا کہ اس

جیسا سمارٹ سامر داس سے نکل سکتا تھا۔ سر اور پھر جسم دوسری طرف کو نکال کر وہ اندر کو گھسا۔ اس نے دیکھا، بیڈ پر نور بے حوش و حواس سوئی پڑی ہے۔

اسے دیکھے بنا، وہ اب ادھر ادھر دیکھنے لگا اور کمرے کا جائزہ لیا۔ سامنے ڈریسنگ روم اور باتھ روم۔ دائیں دیوار پر صوفہ سیٹ اور میز وغیرہ پڑی ہے۔ بائیں دیوار پر اس کا بیڈ اور سائڈ ٹیبلز لگی ہیں۔ وہ جس دیوار کے آگے کھڑا ہے، اس پر بیلکونی کا دروازہ لگا ہے۔ یعنی چاروں اطراف کی دیواریں بند ہیں۔

پھر تیزی سے آگے بڑھا اور کمرے کا دروازہ لاک کیا۔ یہ پہلا اصول تھا۔ سب سے پہلے وہ دروازہ بند کرنا ہے، جہاں سے دشمن کے آنے کا خطرہ ہے۔ پھر صوفہ سیٹ کے پاس پڑی ٹیبل کو پرکھا، اس میں اسکے کام کا کچھ نہیں تھا۔ آگے پیچھے دیکھا کچھ خاص نہیں تھا۔ پھر دروازے کے پاس پڑی چھوٹی ٹیبل پر دیکھا۔ وہاں بھی کچھ خاص نہیں تھا۔ بس ایک چھوٹا کاغذ اور ایک چاکلیٹ۔ اسنے کاغذ کا ٹکڑا اٹھایا۔ کاغذ قدرے مڑا تڑا تھا، جیسے پہلے مروڑا گیا ہو اور پھر سیدھا کر دیا گیا ہو۔ یہ بھی اسی کا اصول تھا کہ جس چیز پر شک ہو، اسے تو ضرور دیکھنا ہے۔

"I am sorry, Noor ul Arsh!"

ماتھے پر بل پڑے۔ (یہ ہینڈ رائٹنگ۔۔!!)

www.neweramagazine.com

"ہونہہ! لڑکی یہ تمہاری بائے فرنڈز کی عمر نہیں ہے۔" سوچ کر کاغذ واپس وہیں رکھ دی۔اور زبان پر نام دہرایا۔"نام تو اچھا ہے ویسے!"

پھر قدم قدم چلتا اسکی داہنی سائڈ ٹیبل کی طرف آیا۔سائڈ ٹیبل پر کچھ بھی نہیں پڑا تھا۔مگر ایک دراز تھی۔اسکے چہرے پر مسکراہٹ درآئی، جو اسکے چہرے پر اچھی لگی۔

اس نے دراز کھولنی چاہی مگر دراز لاک تھی۔نور کچھ دن پہلے ہی لاک کر چکی تھی، اور بودریا بھی اس دراز ک اندر ڈال دی تھی۔

"ڈیم اٹ!" اس نے جیب میں ہاتھ مارا۔اور ایک پن سی نکالی، جو سائز میں کافی بڑی تھی۔

اسنے وہ لاک میں ڈالی، مگر اس سائز کی پن سے یہ چھوٹا سا لاک کھلنا ممکن تھا۔اس سائز کی پن دروازوں کے لاک میں ہی کام کرتی تھی۔

اس نے سر اٹھایا۔نور کا سوتا ہوا چہرہ نظر آیا۔چہرے پر ایک مسکراہٹ سی درآئی اور آنکھوں میں کسی کا چہرہ نظر آیا۔پھر اس نے زہن سے باقی خیالات جھٹکے اور بس لمحے بھر میں ہی اسے ایک آئڈیا آچکا تھا۔

زرا کھڑا ہو کر نور کے اوپر کو جھکا اور اسکے بالوں میں ہاتھ مارا۔ تھوڑا ہی ہاتھ مارا، اور پِن ہاتھ آگئی۔

www.neweramagazine.com

"ویری گڈ، نورالعرش! بالوں میں پِنز ضرور لگانی چاہیے!" کہہ کر پن لے کر جھک گیا اور 'ٹک' کی آواز سے لاک کھل گیا۔اس نے پِن سائڈ ٹیبل کے اوپر رکھی اور کتاب 'بو دریا' نکالی۔ چہرے پر عجیب سے تاثرات در آئے۔ خوشی تھی یا حیرانی۔

اس نے کتاب اٹھائی اور جیب میں ڈالی۔ پھر جیب سے ایک اور چھوٹی سی کتاب نکالی، جو بلکل بھی 'بو دریا' کی طرح نہیں تھی۔ مگر کتاب تو تھی ہی۔ اسنے وہ کتاب اسی طرح رکھ دی، جس طرح بو دریا دراز میں پڑی تھی۔

کتاب ڈال کر پن سے دوبارا لاک لگایا اور اوپر کو اٹھا۔ پھر پن اپنی جیب میں ڈال لی۔

"سوری نورالعرش! اتنی عمیر ہوا ایک اور پن لے لینا۔ تھینکس!"

.بیلکونی کے قریب گیا، کرسی اسی انداز میں رکھی کہ .بیلکونی کے دروازے کے ساتھ اٹک جائے۔ پھر خود دوسری طرف پلٹ گیا۔اور .بیلکونی کا دروازہ بند کر دیا۔ پھر اگلی .بیلکونیز پھلانگ پھلانگ کر چلا گیا۔

نور ہنوز سو رہی تھی۔ آنی سے بے فکر!

☆☆☆

دادی جان کی ڈیتھ کو کافی دن گزر گئے تھے۔ حلیمہ، اپنی فیملی کے ساتھ واپس لاہور چلی گئی تھیں۔ جبکہ سکندر تایا کی فیملی اب بھی وہیں تھی۔ موسم اب گرم ہونے لگے

تھے، مگر لہجے اور جزبات اب بھی ٹھنڈے تھے۔زخم اب گرم ہو گئے تھے، بھر گئے تھے، مگر یادیں اب بھی ویسی ہی ٹھنڈی تھیں۔

نور بیڈ پر بیٹھی موبائل پر سکرالنگ کر رہی تھی کہ دروازے پر 'ٹک ٹک' ہوئی۔اس نے سر اٹھایا۔

"جی؟"

دروازہ کھلا اور باہر سے سکندر تایا کا چہرہ نظر آیا۔وہ زرا سیدھی ہو کر بیٹھی۔

"نور بیٹا! آجاؤں؟"

"جی جی، تایا جان! آئیں پلیز۔" وہ اندر داخل ہوئے، پیچھے زرینہ تائی بھی داخل ہوئیں۔

نور بیڈ سے اٹھی۔

"تم بیٹھو! ہم یہاں چیئرز پر بیٹھ جائیں گے۔" نور متذبذب سی بیٹھ گئی۔

"ہمیں۔تم سے کچھ بات کرنی تھی۔" سکندر تایا نے بات شروع کی۔

"جی کہیں تایا جان!"

"بیٹا! ہم تم سے کچھ پوچھنا چاہتے ہیں۔" زرینہ تائی بولیں۔ "چوائز بلکل تمہاری ہے۔ کوئی زبردستی نہیں ہے۔"

"آپ پلیز بولیں!"

"بیٹا! ہم تم سے پوچھنا چاہتے تھے کہ کیا تم اس گھر سے شفٹ ہونا چاہتی ہو؟" نور چونکی۔

"جی؟"

"بیٹا! ہم چاہتے ہیں کہ تم ہمارے ساتھ امریکہ شفٹ ہو جاؤ۔ چوائس بکل تمہاری ہے۔ اگر تم نہیں جانا چاہتی تو ہمیں کوئی پرابلم تب بھی نہیں ہے۔" زرینہ تائی نے وضاحت دی۔

اسکے چہرے پر اداسی در آئی۔

"تائی جان! میں۔۔ نہیں۔۔"

"اٹس اوکے! کوئی بات نہیں۔" چہرے پر زرا سی خفگی آ گئی مگر ہمیشہ کی طرح لہجہ نرم ہی رہا۔ "بس ہم چاہتے تھے کہ۔۔ تم ہمارے پاس ہی رہو۔ ہم چاہ رہے تھے کہ تم اور مریم دونوں وہیں آ جاؤ۔ مریم کو کوئی اعتراض نہیں ہے مگر تم نہیں چاہتی تو اٹس اوکے!"

زرینہ تائی مسکرا کر بولیں۔وہ بھی بس دھیما سا مسکرائی۔

اسے کافی تسلّی ہوگئی تھی۔کم از کم اسکے ساتھ کوئی زبردستی نہیں تھی۔

کچھ دیر وہ اس کے ساتھ ادھر ادھر کی باتیں کرتے رہے پھر چلے گئے۔مگر وہ کافی دیر تک وہاں سوچ میں بیٹھی رہی۔

"نہیں! یہاں پردادی جان کے ساتھ جڑی میری ساری میموریز ہیں۔میں بچپن سے ابھی تک اس گھر میں رہی ہوں اور یہاں سے میرے جسم کا ایک ایک حصّہ جڑا ہے۔میں کبھی یہ جگہ نہیں چھوڑوں گی۔بات ختم!"

اس نے فیصلہ کرلیا تھا۔

☆☆☆

شام کو نور کی آنکھ لگ گئی تھی۔کافی دیر تک وہ سوتی رہی پھر جب دروازے پر تیز تیز دستک ہوئی تو اس کی آنکھ کھلی۔

"ہاں۔کون ہے؟"

"میں ہوں بیٹا۔۔نیچے کھانے پر آجائیں۔" عمران چاچا کی آواز دروازے کے پار گونجی۔

وہ منہ ہاتھ دھو کر نیچے گئی۔ پھر کھانہ تقریباً چکھ کر ہی اٹھ گئی۔ کھانہ حلق سے اتر ہی نہیں رہا تھا۔

"بیٹا! اور ڈالو، تم نے تو بس چکھا ہے۔" جب سے دادی جان کی ڈیتھ ہوئی تھی، اس نے نوٹ کیا تھا سکندر تایا اور زرینہ تائی اسکا اور زیادہ خیال کرنے لگ گئے تھے۔ کسی کسی وقت تو اسے جھنجلاہٹ ہونے لگتی انکے 'ایکسٹرا کیئر فُل' رویّہ پر۔ مگر کچھ کہتی نہ۔ یہ زرینہ تائی تھیں۔

"نہیں تائی جان! بس آئی ایم ڈن۔" کہہ کر وہ دادی جان کے کمرے کو چلی گئی۔

مریم نے اسکا رویہ خوب نوٹ کیا تھا۔ نور نے بھی یہ بات غور کی تھی کہ مریم بھی اب اسکا کچھ زیادہ ہی خیال رکھتی ہے۔ اور اسے یہ بات بھی اب چبھتی تھی کہ وہ اس سے زیادہ عثمان کو ٹائم دیتی ہے۔ وہ چاہتی تھی وہ دونوں جلد از جلد واپس امریکہ چلے جائیں۔ مگر پھر دل بھی کوئی چیز تھا۔ دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر کچھ کہتی نہیں تھی۔ آخر وہ سب اسکا خیال ہی تو رکھ رہے ہیں اور پہلے بھی ایسے ہی رکھتے تھے مگر جانے کیوں اسے ایسا لگتا تھا وہ سب اس سے 'ہمدردی' کر رہے ہیں۔ حالانکہ ایسا کچھ نہیں تھا۔

وہ دادی جان کے کمرے میں بیڈ پر بیٹھی تھی۔ اسکے ہاتھ میں ان کا ایک سفید رنگ کا دوپٹہ تھا جو وہ اکثر پہنا کرتی تھیں۔ اس نے اپنا منہ اس دوپٹے میں گھسا رکھا تھا۔ شاید وہ

ان کی خوشبواس دوپٹے سے کھینچ رہی تھی۔اسے وہ بہت یاد آتی تھیں۔اور تھا بھی کون بھلا جسے وہ یاد کرتی؟جو تھا،اسے تواس نے ناراض کر کے قطر بھیجا تھا۔اور باقی بچے کچے سب اس کے سامنے تھے۔

تبھی دروازہ کھلا اور کوئی اندر داخل ہوا۔

"نور!"وہ مریم تھی۔

اس نے سر اٹھایا۔اسکا چہرہ آنسوؤں سے بھیگا ہوا تھا۔مریم کے چہرے کے تاثرات اسکا چہرہ دیکھ کر بدلے۔

"تم پھر رو رہی ہو؟"

"دادی جان بہت یاد آ رہی ہیں۔تمھے۔۔تمھے پتا ہے جب دادی جان ہوا کرتی تھیں،اور مجھے کوئی پریشانی ہوا کرتی تھی تو میں ان کے پاس آجایا کرتی تھی اور۔۔اور انہیں ہمیشہ پہلے سے پتا ہوتا تھا کہ مجھے کیا پریشانی ہے۔اب میں کس کے پاس بیٹھ کر روؤں؟"

"نور!میں ہوں نا۔میرے ساتھ شئیر کرو،جو بھی تم شئیر کرنا۔۔"نور نے اسکی بات کاٹی۔

"تم جاؤاوراپنے شوہر کے پاس بیٹھو۔ہونہہ!"مریم ہلکاسا مسکرائی۔وہ نور کی نیچر کو سمجھتی تھی۔

"تم اس وجہ سے مجھ سے۔۔؟اوہ گاڈ،نور!میں اپنی پوری کوشش کرتی ہوں کہ تمھے پوراٹائم دوں۔تم بھی تو سمجھونا۔شادی کے بعد سب کچھ بدل جاتاہے۔"نور کا چہرہ اب بھی ویسے ہی سخت تھا۔

"اوکے،میں اب اپنا ساراٹائم دونگی۔اب خوش؟"مریم مسکرائی۔

"نہیں میرا وہ مطلب نہیں تھا۔لیکن مجھے غصّہ آتاہے۔تمھے عثمان بھائی کے ساتھ دیکھ کر۔"

"ہاہاہا!اچھا کیوں؟"

"میری بہن کسی اور کے ساتھ کیوں بیٹھی ہے؟اسے میرے ساتھ ہوناچاہیے۔"نور خود بھی اپنی بات پر ہلکاسا ہنسی۔شایداسے اندازہ ہو گیا تھا،وہ کتنا بچکانا سوچ رہی ہے۔مریم بس مسکرائی اور اسکے چہرے سے سارے آنسو اپنی ہتھیلی سے پونچھ لئے۔

"نور!سکندر تایااور زرینہ تائی نے تم سے بات کی؟"نور کی مسکراہٹ سمٹی۔

"کس بارے میں؟"انجان بن گئی۔

"چلو، ہو سکتا ہے وہ تم سے کل بات کریں۔" مریم چونکی۔ "میں چاہتی ہوں تم میرے ساتھ امریکہ شفٹ ہو جاؤ!"

نور کو حیرت ہوئی۔

"تمہارا دماغ ٹھیک ہے؟" مریم کے تاثرات زرا سیریس ہوئے۔

"ک ک۔ کیوں؟" آواز میں زرا خفگی سی تھی۔

"یہاں۔ یہاں میرا اور تمہارا بچپن گزرا ہے۔ ممی پاپا یہاں رہتے تھے۔ دادی جان کی ساری زندگی ادھر گزری ہے۔ ہماری زندگی کے سارے ضروری دن یہاں گزرے ہیں۔ اور تم۔۔ تم کہہ رہی ہو کہ ہم یہ گھر چھوڑ کر امریکہ شفٹ ہو جائیں؟"

مریم حیرت سے اسے دیکھی۔

"نور! یہ۔ یہ تم کہہ رہی ہو؟ کیا یہ وہ مضبوط لڑکی کہہ رہی ہے جس نے کبھی ان ٹیپکل رسموں اور باتوں پر دھیان نہیں دیا؟ کیا یہ وہ لڑکی کہہ رہی ہے جو اپنے لئے کافی تھی اور جسے لوگوں سے کچھ فرق نہیں پڑتا تھا؟ کیا یہ وہ بہادر لڑکی کہہ رہی ہے، جو رات کے اندھیروں میں بھی لڑکوں کو مار پیٹ آتی تھی؟ کیا نور العرش اتنی کمزور ہو گئی ہے؟" نور زرا ٹھٹکی۔ وہ سچ کہہ رہی تھی۔ اسے کب لوگوں سے فرق پڑا تھا۔

مگر دادی جان 'لوگ' بھی تو نہیں تھیں نا! مگر وہ ایسی کمزور بھی تو نہیں تھی نا!

"میری۔میری بہن ایسی تو کبھی نہیں تھی۔نور! گزرے لوگ چیزوں میں نہیں رہتے،وہ دلوں میں رہتے ہیں۔ ہمیں ان سے منسلک چیزوں کو انکی نشانی بنا کر نہیں سنبھالنا چاہیے۔ ہمیں انہیں بس اپنے دل میں یاد رکھنا چاہیے۔اور یہی انکو آخری خراجِ تحسین ہوتا ہے۔ بھلا چیزوں نے بھی کبھی انسانوں کو اپنے اندر سمویا ہے؟"

نور کو اندازہ ہوا،وہ کتنا غلط سوچ رہی تھی۔وہ دادی جان کی نشانیاں چیزوں میں تلاش کر رہی تھی اوران چیزوں پر آنسو بہا رہی تھی۔وہ چیزیں جو ٹوٹ جاتیں،ایک دن ختم ہو جائیں گی۔انسان تو دلوں میں رہتے ہیں،چیزوں کا ان سے کیا مقابلہ؟

"کیا تم واقعی ہی نہیں جانا چاہتی؟ مجھے لگا تھا مجھے یہ فیصلہ کرنے میں زیادہ مشکل ہو گی۔ مگر تم۔۔" بات ادھوری ہی چھوڑ دی۔

"نہیں۔۔مطلب میں نے ابھی کچھ سوچا۔۔" وہ متذبذب سی اسے دیکھی۔

"کوئی بات نہیں۔اچھے سے سوچ لو۔کوئی زبردستی نہیں۔اگر پھر بھی تم یہاں رہنا چاہتی ہو تو میں بھی تمہارے ساتھ رہوں۔۔" نور نے اسکی بات کاٹی۔

"نہیں،نہیں! تمہے میری وجہ سے اپنا فیصلہ بدلنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔" مریم مسکرائی اور اسکے دونوں ہاتھ نرمی سے اپنے ہاتھ میں لئے۔

www.neweramagazine.com

"نور! میں تمہاری فیلی ہوں، اور تم میری فیملی ہو۔ فیملی کا مطلب ساتھ ہوتا ہے۔ کیا کبھی فیملی بھی ساتھ چھوڑتی ہے۔ رشتے تعلق توڑ لینے سے دلوں کو باندھنے والی تار نہیں ٹوٹتی۔ میں چاہے تم سے کتنی ہی دور کیوں نا ہو جاؤں۔ میں تمہاری ساتھی ہوں۔ میں تمہاری فیملی ہوں۔" نور اب دل سے مسکرائی۔

مریم کی باتوں نے جیسے اسے فیصلہ کرنے میں آسانی پیدا کر دی تھی۔ اسے لگا تھا کہ وہ ادھر رہے گی تو سب نے اسے چھوڑ جانا ہے، مریم نے بھی۔ مگر وہ بھول گئی تھی، وہ تو اسکی فیملی تھی۔

تبھی دروازہ کھلا۔ اور عثمان آوارد ہوا۔

"مریم، تم یہاں بیٹھی ہو؟ ممی تمہارے کمرے میں گئی ہیں۔ آئی مین میرے کمرے میں" ساتھ ہی مسکرایا۔ "وہ کچھ بات کرنا چاہتی تھیں۔"

"اوکے میں جاتی ہوں۔" نور کو بس مسکرا کر دیکھ کر وہ کمرے سے باہر نکل گئی۔ عثمان وہیں دروازے کے پاس ہاتھ باندھے کھڑا تھا۔

نور اسے سوالیہ نظروں سے دیکھی۔

"تو تم یہیں رہ رہی ہو۔"

"نہیں میں۔۔" ذہن میں بس آخری بار سوچا۔ "میں جاؤں گی، امریکہ۔"

عثمان حیرانی سے اسے دیکھا۔

"مگر ممی تو۔۔"

"نہیں بھائی! میں نے اپنا فیصلہ بدل لیا ہے۔ میں نے بہت سوچا ہے اور بس میں جاؤں گی آپ لوگوں کے ساتھ۔" پُراعتمادی سے بولی۔

"چلو شکر ہے! مریم تمہارے حوالے سے بہت پریشان تھی۔" نور کو سکون سا آیا۔ اسکی فیملی ابھی زندہ تھی۔

عثمان کچھ دیر وہیں کھڑا رہا۔ نور نے کچھ دیر برداشت کیا، پھر سوالیہ نظروں سے دیکھی۔

"نور، تم حبیب کو پسند کرتی ہو؟" عثمان ویسے ہی ہاتھ باندھے پوچھ پڑا۔

"جج۔۔جی؟؟" سوال اتنا غیر متوقع تھا کہ وہ ٹھٹک کر رہ گئی۔ اسے لگا سننے میں کچھ غلطی ہوئی ہے۔

"تم حبیب کو۔۔پسند۔۔؟" نور نے بات فوراً کاٹی۔

"نن۔۔نہیں! ایسا کچھ کچھ نہیں۔۔ آپکو اسنے ایسا کچھ کہا ہے؟" وہ ایسے سوال پر بری طرح حیران تھی۔

www.neweramagazine.com

"نہیں! اس نے تو نہیں کہا۔بس یوں ہی مجھے لگا شاید۔۔"نور نے اسکی بات کاٹی۔وہ کبھی بھی پوری بات نہیں سنا کرتی تھی،ہمیشہ دوسروں کی باتوں کے درمیان چھلانک لگایا کرتی تھی۔

"نہیں! میری ایسی کوئی سوچ نہیں ہے۔ہم دونوں بلکل ڈفرنٹ لوگ ہیں۔"وہ فوراً بولی۔

"اوہ،اوکے! ٹھیک۔میں بس یونہی۔"کہہ کر وہ مڑا اور کمرے سے چلا گیا۔

اس دنیا میں جو آخری سوال کسی کے منہ سے سن سکتی تھی وہ یہی تھا۔کچھ بھی ہو جائے،وہ اپنے منہ سے تب تک کسی اور کے سامنے اس بات کا ذکر نہیں کرے گی،جب تک کہ حبیب خود اس سے اعتراف نہ کر لے۔اور حبیب کا ایسا کوئی ارادہ نہیں لگتا تھا۔

وہ بری طرح ایمبیریس ہو گئی تھی۔اسنے اپنا سر دونوں ہاتھوں میں تھام لیا۔نہ درد سے،نہ پریشانی سے۔بلکہ شرم سے۔

☆☆☆

-

www.neweramagazine.com

قطر پر دوپہر اتری ہوئی تھی اور بے حد گرمی تھی۔اتنی کہ غیر ملکیوں کی تو گرمی سے گل گل کر جلد ہی اترنے لگ جاتی، اگر 'اے۔سی' نہ ہوتا۔ حبیب نے ایسی گرمی کبھی نہیں دیکھی تھی۔امریکہ میں تو کبھی بھی نہیں۔ پاکستان میں، بچپن میں گرمی کے مزے اڑائے تھے مگر اتنی سخت۔۔توبہ توبہ۔۔ کبھی نہیں!

وہ زیادہ وقت اپنے کمرے میں ہی رہتا۔اور مزدور تو کام ہی کرتے باہر۔

عبدالمنان کے غائب ہونے کے بعد، ابھی ایک دن بھی نہیں گزرا تھا کہ دادی جان کی دیتھ ہو گئی۔ابھی وہ منان کی گمشدگی کے شاک سے بھی پوری طرح نہیں سنبھلا تھا کہ ایک اور بری خبر آگئی تھی۔اس وقت تو وہ جیسے تیسے کر کے چھٹیاں لے کر چلا گیا، مگر واپس آنے پر وہ خوب افسوس کرنے لگا۔

بلڈنگ کا ڈھانچا اچھا خاصا بنا دیا گیا تھا مگر اسے افسوس اس بات کا تھا کہ ڈھانچے میں بہت سی غلطیاں تھیں۔اسے اپنے جانے سے پہلے کسی اور کو وقتی طور پر اپنی جگہ کھڑا کر جانا تھا مگر وہ خبر ہی ایسی تھی کہ اسے کچھ سمجھ ہی نا آیا، کہ سب کیسے کرے۔یہ زندگی میں پہلی بار ہوا تھا۔اور زندگی 'پہلی بار' کے لئے کبھی تیار نہیں کرتی۔

افسوس کی ایک اور وجہ بھی تھی، اور وہ یہ کہ منان کی گمشدگی کے بعد بہت سے مزدور کنسٹرکشن چھوڑ کر چلے گئے تھے، اس ڈر سے کہ اس بلڈنگ میں کوئی سایہ وغیرہ ہے۔ حبیب کسی پر زبردستی بھی نہیں کر سکتا تھا۔

مگر ایک خوشی کی بھی خبر تھی۔اور وہ یہ کہ کچھ دنوں سے سامان چوری ہونا،رُک گیا تھا مگر کل سے پھر سامان چوری ہونا شروع ہو گیا ہے۔وہ اس سب سے بے حد پریشان تھا۔اس نے کبھی یہ سیچوایشن دیکھی تھی،نہ وہ جانتا تھا یہ سب کیسے ہینڈل کرے۔اور اس وقت بھی وہ اسی سوچ میں گم تھا کہ اس سب کا کیا حل نکالا جائے۔

وہ گم سم سا کمرے میں بیٹھا ہوا تھا کہ اچانک دماغ نے ایک زوردار کرنٹ مارا۔اسے ایک راستہ نظر آیا تھا۔

"ویسے سر،میں ایک لڑکی۔۔پتا نہیں وہ لڑکی ہے یا لڑکا۔۔لیکن میں کسی کو جانتا ہوں،جو ہماری مدد کر سکتا ہے۔"

"نہیں سر،وہ تو ٹھیک ہے۔لیکن اگر ہم نہ پکڑ پائے،تو میرے پاس ایک شخص کا نمبر ہے۔وہ۔وہ جیسے کوئی جادوگر ہے۔"حبیب کے ماتھے پر شکنیں ابھریں۔"وہ۔۔وہ برقعے میں گھر سے نکلتا ہے،یا نکلتی ہے،لیکن اسکی فائٹنگ اِسکلز سے لگتا ہے وہ کوئی لڑکا ہے۔وہ کسی ہیرو کی طرح لڑتا ہے۔مگر اس کی چال اسے لڑکی بتاتی ہے۔"

"اس جیسا شخص میں نے آج تک نہیں دیکھا۔وہ کسی سے نہیں ڈرتا یا ڈرتی۔اور حکومت کے لئے بھی کبھی کبھی کام کرتی ہے۔کوئی اسکا ایڈریس نہیں جانتا،اور نہ آج تک حکومت اسکو ٹریس کر سکی ہے۔وہ۔۔وہ پرائوٹلی کام کرتی ہے،یا کرتا ہے۔میں اسکا نمبر آپکو دوں؟"

اسے عبدالمنان کی باتیں یاد آئی۔

"کیانام تھااسکا؟" وہ سوچنے لگا۔

"ٹیلی۔۔ٹیلی۔۔ہاں۔۔" اسے یاد آیا۔

"Telekinetic Poison"

یقیناًوہ شخص گوگل پر بھی توہوگا؟اس نے جھٹ سے موبائل کھولااور گوگل آن کیا۔

گوگل پراسی نام کی ایک ویبسائٹ بنی تھی۔حبیب کے چہرے پرایک مسکراہٹ نمودار ہوئی۔اس نے توبہت آسانی سے ڈھونڈلیاتھااسے۔

پھراس نےاس ویب سائٹ پرکلک کیا۔مگر۔۔مگرویب سائٹ خالی تھی۔

"اوہ،شِٹ!" اداس سابولا۔آخری امیدپربھی پانی پھرگیا۔

وہ پھرناامیدساکرسی سے ٹیک لگابٹھا۔

مگرایک دماغ میں ایک اور کرنٹ لگا۔ایسے ہیکرزکب کسی کواتنی آسانی سے خودتک پہنچنے دیتےہیں؟اوہ،اللہ!وہ کتنابےوقوف ہے۔وہ شخص جوبھی ہے،وہ اب خودحبیب تک پہنچےگا۔کیوں کہ یہی تواصول ہوتاہے ہیکرزکا۔انکاگھی کبھی سیدھی انگلی سےنہیں نکلتا،کیونکہ انکی انگلیاں ٹیڑھی ہی ہوتی ہیں۔

یعنی حبیب پہنچ گیا تھا اس تک۔

اور پھر۔۔اور پھر حبیب کے موبائل پر ایک کال آئی۔

"پرائیوٹ نمبر کالنگ!"

☆☆☆

دولۃ القطر میں شام اتری تھی۔ عجیب سا ماحول تھا دوحہ میں۔اداس سا، خاموش سا۔

دوحہ کے ایک قدیم علاقے میں بنی الغانم اسٹریٹ اب پہلے سے بہت ایڈوانس ہو چکی ہے مگر پھر بھی چھوٹی ہی ہے۔جہاں مڈل لوور کلاس لوگ اب بھی رہتے ہیں۔وہاں اب فلیٹس بھی بن چکے ہیں۔

مگر نتاشہ بنتِ رزاق اب بھی اس قدیم محلّے کے اس کونے والے گھر میں ہی رہتی ہے، جہاں سے اسے لے جایا گیا تھا۔کہانیاں اکثر اسی موڑ پر آکھڑی ہوتی ہیں، جہاں سے شروع ہوتی ہیں۔اور اکثر کہانیوں کا انت بھی وہیں ہوتا ہے۔ہر جان، بے جان چیز کو اپنے آخری وقت میں اپنے 'روٹس' کی طرف لوٹنا ہوتا ہے۔یہی قدرت کا اصول ہے۔یہی زندگی ہے۔

نتاشہ برقعہ اوڑھ رہی تھی، یقیناً اسکا کہیں باہر جانے کا ارادہ تھا۔ وہ عموماً پینٹ شرٹ میں ہی نکل پڑتی تھی مگر آج وہ برقعہ پہن رہی تھی، اسکا مطلب تھا وہ کہیں ایسی جگہ جا رہی ہے جہاں اسے خطرہ ہے۔

(دولۃالقطر میں عورتوں کا برقعے کے بغیر باہر نکلنا کچھ خاص اچھا نہیں سمجھا جاتا۔ مگر سیاح کو پوری اجازت ہے کہ وہ برقعے کے بغیر پینٹ شرت میں گھوم سکتی ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ وہاں، عورتوں کا گھٹنوں سے اوپر تک پہنی پینٹس، یعنی شورٹس، اور بازوؤں کے بغیر والی شرٹس، یعنی سلیولیس پہن کر گھومنا، اللیگل ہے۔ غرض کسی بھی قم کے نازیبا کپڑے وہاں نہیں پہنے جاتے۔)

برقہ پہن کر وہ گھر سے نکلی اور گھر کا دروازہ لاک کر دیا۔ پھر بنا ادھر ادھر دیکھے وہ تھوڑا دور گئی تو ایک میدان سا آیا۔ وہاں کوئی بھی نہیں تھا۔ وہ اس کے گھر کے پیچھے کا حصّہ تھا۔

وہاں ایک موٹر بائک اور ایک سائکل کھڑی تھی، وہ اس اونچی بڑی سائکل پر بیٹھ گئی اور روڈ کی طرف رخ کر کے آگے چلی گئی۔

(قطر میں عورتوں کو بائک یا سائیکلز چلانے کی اجازت ہے۔)

www.neweramagazine.com

کچھ دیر بعد وہ کسی تنگ سے محلّے میں تھی۔جو یقیناً کسی بلند و بالا عمارت کے پچھلے حصّے میں بنی تھی۔وہ تنگ سی گلی نہایت گندی اور بدبودار تھی۔لمبی راہداری سی بنی تھی۔اور راہداری کے انت میں ایک چھوٹے مکان کا دروازہ تھا۔راہداری کے درمیان مختلف لوگ کھڑے تھے۔گندے گندے سے۔ان کی شکلیں نہایت نحوست والی تھیں اور انکے ہاتھوں میں بوتلیں اور سگریٹیں پکڑی ہوئی تھیں۔سب ہنس کھیل رہے تھے۔

اس نے گہری سانس لی اور آگے بڑھی۔

اب ان سب عجیب عجیب مردوں کی نظریں اس پر آ ٹھہر رہی تھیں۔وہ قدم قدم آگے بڑھنے لگیں۔سب غلیظ لوگوں نے اسے عجیب نظروں سے دیکھا۔اب یا تو انکی نظریں ہی ایسی تھیں، یا نہیں اس لڑکی سے کچھ خطرہ محسوس ہو رہا تھا۔

پھر اچانک اس کے پیچھے ایک لڑکا نا محسوس انداز میں چلنے لگا۔اس کے ہاتھ میں لوہے کا ڈنڈا اتھا اور وہ آہستہ آہستہ نتاشہ کے قریب ہو رہا تھا۔نتاشہ کو جیسے علم نہ تھا۔پھر اس نے زوردار وار کیا اور نتاشہ کے سر پر ڈنڈا دے مارا۔

مگر اس سے پہلے کہ نتاشہ کے سر پر ڈنڈا آ لگتا، وہ تیزی سے پیچھے مڑی اور ڈنڈے پر ہاتھ رکھا۔اور اتنے زور سے ڈنڈا موڑ کر جھٹکا، کہ ڈنڈے کے ساتھ پکڑنے والا بھی مڑ کر نیچے گرا۔نتاشہ نے اس کے ہاتھ سے ڈنڈا کھینچا اور تیزی سے اپنے پیچھے دے مارا۔

اس کے پیچھے جو آدمی اسے جھپٹنے آیا تھا، لڑکھڑا کر نیچے گرا۔ نتاشہ نے اب ڈنڈا پھینکا اور آگے کو چلنے لگی کہ پیچھے سے ایک چھوٹا مگر سخت پتھر اسکے سر پر آ لگا۔

"اوکے، تو تمہے اپنی جان پیاری نہیں ہے۔ اب تیار ہو جاؤ!" اپنے سر پر ہلکا سا ہاتھ پھیرا اور ان مردوں کو ہاتھ سے آگے آنے کا اشارہ کیا۔

تبھی اس کے پیچھے سے کوئی آ رہا تھا کہ وہ تیزی سے پیچھے کو مڑی اور اس آدمی کا ہاتھ پکڑ کر اسے اچھال کر دوسری طرف پٹخا۔

وہ مڑی بھی نہیں تھی کہ ایک آدمی تیزی سے اس کی قمر پر چڑھ کر اسکے سر سے برقعہ اتارنے کی ناکام کوشش کرنے لگا۔ اس نے سر پیچھے کی طرف جھکایا اور پورے زور سے اس آدمی کے منہ پر ایک مکّا دے مارا۔

آگے والا آدمی پھر اٹھا مگر اس نے زور سے اسکے اوپر پاؤں میں پہنی ہیلز دے ماریں اور ساتھ ہی اپنے بازو سے دائیں طرف سے آنے والے آدمی کو مارا۔

مگر فوج ابھی شروع ہوئی تھی۔ ایک ایک کر کے وہ مارے جا رہی تھی اور باقی بھی آتے جا رہے تھے۔

www.neweramagazine.com

ایک جوان طاقتور آدمی اسکی جانب تیزی سے بڑھا اور اسکے منہ پر ایک زناٹے دار رتھپڑ دے مارا۔ اسکا منہ تو برقعے سے ڈھکا ہوا تھا مگر تھپڑ کی گرمائش نے اسے ہلا کر رکھ دیا۔ اس نے تیزی سے سنبھل کر اس آدمی کو دیکھا۔

"کردی نا غلطی!" اب وہ تیزی سے اسکی طرف بڑھی اور اپنے چھڑی نما ناخن اسکے منہ پر ایسے زور سے دے مارے کے اسکی گالوں سے خون نکل پڑا۔ اسکو بالوں سے پکڑا اور اسکے منہ پر اتنے چٹاخے مارے کہ شاید اسکا رنگ دوبارہ کبھی اپنی پرانی حالت میں نہ آسکے۔ پھر اس اس آدمی کے بالوں کو اتنی زور سے کھینچا کہ آگے کے بہت سے کمزور بال جِلد سے اکھڑ آئے اور وہ درد ناک آواز میں چیخا۔ ساتھ ساتھ اس کے دونوں ہاتھ اپنے دائیں ہاتھ میں پکڑ رکھے تھے اور پیچھے سے آنے والوں کو وہ اپنی بائیں ٹانگ سے مار کر گرا رہی تھی، یعنی وہ ایک لیفٹی تھی، لیفٹ ہینڈر۔ آدمی نے اب اپنی پوری قوّت کھو دی اور حواس ختم ہو گئے تو وہ گِر گیا۔

اس نے اسے چھوڑا اور دیکھا اب اسکے پیچھے کوئی نہیں تھا اور وہ اس چھوٹے کچے مکان کے بے حد قریب تھی۔ مگر آگے سے آدمیوں کی پوری فوج ڈنڈے، جوتے، ہتوڑے اور باقی ہتھیار لے کر اس کی طرف بڑھ رہی تھی۔

اس نے بس ان سب کی طرف پورے غور اور دھیان سے دیکھا۔ آنکھوں سے آنکھیں ملیں۔ اور۔۔ اور اگلے ہی لمحے ایک ایک کر کے وہ اڑتے ہوئے پیچھے کو گِرے

تھے۔منہ کے بل۔اتنی شدّت سے گرے تھے کہ کچھ کے مونہوں سے خون بھی نکل پڑا تھا۔جو رہ گئے تھے،وہ اب آگے نہ آئے۔

اب وہ پیچھے مڑی اور اس چھوٹے مکان کے اندر داخل ہوئی۔اندر کا ماحول ہی کچھ الگ تھا۔

اندر عجیب سے عربی گانوں کی آواز گونج رہی تھی اور ایک وسیع گول سا ہال تھا،جہاں ادھر ادھر کاؤنٹرز سے لگے تھے،جن کے آگے پیچھے بوتلیں پڑی تھیں،شراب کی۔

وہ اب قدم قدم آگے چل رہی تھی اور لوگ اب اسے راستہ دے رہے تھے۔کسی نے اسے دھکا نہ دیا،نہ اسکا راستہ روکا۔اس کا برقعہ اب بھی سیٹ ہی تھا۔

پھر داہنے ہاتھ پر مڑی اور ایک کمرے کا دروازہ توڑنے کے انداز میں کھولا اور بنا لمحے بھر کو رکے اندر کو گھسی۔اندر بلکل سامنے ایک آدمی،جسکا چہرہ اس وقت نتاشہ کو کسی شیطان سے کم نہ لگ رہا تھا،بیٹھا تھا اور اسکے ارد گرد برقعہ پہنے عربی عورتیں،تقریباً چپکنے کے انداز میں،بیٹھی تھیں۔دروازہ یوں کھلنے پر آدمی کے علاوہ سب چونکے۔

"ہاہاہا! جانتا تھا قیوم نے تجھے ہی بھجوانا ہے۔مگر بڑی دیر نہیں ہو گئی۔ہوں؟ ہاہاہا!" آدمی قہقہے لگاتا بولا۔نتاشہ کا چہرہ اب بھی ویسے ہی سپاٹ تھا۔"مجھے تو لگا تھا تو کل ہی آجائے گی۔"

www.neweramagazine.com

زبان اور لہجہ خالص عربی تھا۔

"میری زندگی میں تجھ جیسے کیڑوں کے علاوہ بھی بہت مکوڑے ہیں۔جنکے جالے روز توڑتی ہوں۔قیوم کی یو ایس بی؟" فوراً کام کی بات کی اور ہاتھ آگے بڑھایا۔

"اور تجھے لگا تو کہے گی اور میں تیرے ہاتھ میں۔۔ہاہاہا!۔۔بھئی واہ! تجھے لگتا ہے میں اتنی آسانی سے دے دوں گا۔" زور سے اٹھا اور چلایا۔آس پاس بیٹھیں ساری عربی عورتیں ہلکا ہلکا چلا کر، جیسے نازک سی بن رہی ہوں، وہاں سے بھاگیں۔

وہ اب قدم قدم نتاشہ کے قریب آرہا تھا اور نتاشہ کی آنکھیں اسی پر جمی تھیں۔

"اب تو یہاں سے نکلے گی یا زبردستی نکالوں؟" تضحیک آمیز لہجے میں بولا۔

"مجھ سے آج تک میرا باپ زبردستی۔۔" آدمی نے تمسخّر سے اسکی بات کاٹی۔اور نتاشہ کے تن بدن میں آگ لگ گئی۔

"ہاہاہا! تیرا باپ بھی تھا؟ مجھے لگا۔۔" اس سے پہلے کہ وہ آگے کچھ کہتا، نتاشہ نے اسکی گردن پکڑی اور زور سے پیچھے لے جا کر شیشے کی میز پر دے ماری۔پھر اٹھائی اور پھر دے ماری۔پھر اٹھائی اور پھر دے ماری۔وہ اس پر جھکی ہوئی تھی۔

"دوبارہ میری بات کاٹی تو اس۔۔" اس کے سر سے نکلتے خون کی طرف اشارہ کیا۔"۔۔کھوپڑی کے بجائے تیرے بدن کے پور پور سے خون رسے گا۔"

آدمی کے چہرے پر اب زرا خوف کے آثار آئے۔

"یو ایس بی میرے پاس۔۔"نتاشہ نے اس کا سر اٹھایا اور اب پہلے سے بھی زور سے ٹیبل پر مارا۔وہ درد کی شدّت سے کراہا۔

"میرے پاس اللہ کی قسم نہیں۔۔"نتاشہ نے ایک دفعہ پھر ویسے ہی کیا۔اور اس بار خون کا فوارا سا نکلا۔

"یہ لو۔۔یہ لو!"وہ درد سے رونے لگا۔اور اپنی جیب کی طرف اشارہ کیا۔"میں نے۔۔میں نے کوئی ڈیٹا ابھی لیک۔۔کک۔۔نہیں۔کیا۔۔اللہ کی قسم!"

نتاشہ نے اسے ہلکا سا چھوڑا۔اور بجائے اسکی جیب میں ہاتھ مارنے کے،اپنی برقعے کی جیب میں ہاتھ مارا۔اور جب ہاتھ باہر نکلا تو ہاتھ میں ایک سرنج سی تھی۔

پورے زور سے سرنج اسکے ہاتھ کی رگ میں گھسائی۔وہ گلا پھاڑ کر درد سے چلایا۔نتاشہ نے اسکی جب میں ہاتھ ڈالا اور ایک چھوٹی سی 'یو ایس بی' سی نکالی۔پھر پیچھے کوئی ہوئی۔آدمی،حواس کھو کر نیچے کو گر گیا۔

"تجھ جیسے کیڑے زمین پر بوجھ ہیں۔اب یا تو تجھے اللہ بچا سکتا ہے،یا پھر تیری امیونٹی۔"کہہ کر وہ مڑی اور کمرے سے نکل گئی۔

www.neweramagazine.com

باہر سب سانس روکے حیرانی اور خوف سے اسے دیکھ رہے تھے۔سب کے ہونٹوں پر ہاتھ تھے، کہ کہیں وہ لڑکی کسی کی سانسوں کی بھی آواز سے غصّہ نہ ہو جائے۔

وہ مکان سے باہر نکل گئی اور باقی سب کمرے کو دوڑے۔ پھر سب نے دیکھا کہ آدمی کے منہ سے جھاگ سی بہہ رہی ہے، یا شاید وہ قے کر رہا تھا لیٹے لیٹے۔اسکا سانس نکل رہا ہے یا شاید اسے ایسا لگ رہا تھا۔پسینہ پسینہ ہوا وجود بخار کی زد میں آ رہا تھا۔آہستہ آہستہ۔

باہر جا کر وہ زرا طنزیہ ہنسی۔

"اتنا بھی اندازہ نہیں ہوا کہ وہ Disulfiram تھا۔اس سے کوئی نہیں مرتا!"

ایک ایسا ڈرگ ہے، جس کو پینے سے پہلے یا بعد، اگر شراب پی جائے تو بہت سے سائڈ (Disulfiram) افیکٹس سامنے آتے ہیں۔

مثلاً: پسینا آنا، پیاس لگنا، سر میں شدید درد ہونا، گلے میں درد ہونا، قے آنا، آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا جانا وغیرہ۔ایسا ڈرگ جسم کے اندر جانے کے بعد، چوداں دن تک شراب نہیں پی جا سکتی ورنہ برے اثرات سامنے آتے ہیں۔

نتاشہ نے اسکی باڈی میں یہ ڈرگ انجکٹ کیا،حالانکہ اس نے شراب پی رکھی تھی۔وہ آدمی مرے گا نہیں مگر شدید حالت خراب ہو گی،اور کئی دن تک شراب کو چھو بھی نہ سکے گا۔اور یہی اسکی سزا تھی۔)

اپنی سائکل پر بیٹھی اور آگے بڑھ گئی۔

☆☆☆

حبیب نے مسکرا کر کال اٹھائی۔

"ہیلو؟"

"Telekinetic Poison!"دوسری طرف سے آواز گونجی۔

حبیب سمجھ نہ پایا کہ وہ لڑکا تھا یا لڑکی۔

"ہاں،میں جانتا ہوں تمہارا نام۔میں۔۔میں مراد ہوں۔"

دوسری طرف بس لمحے کی ہی خاموشی رہی۔

"حبیب سکندر! کبھی کسی ہیکر کو کون نہیں کرتے۔"حبیب ٹھٹک کر رہ گیا۔پھر مسکرایا۔

"اوکے،میں صرف ٹیسٹ کر رہا تھا کہ کیا تمہارے پاس واقعی ہی سکلز ہیں یا نہیں۔"

"کام کی بات؟" نتاشہ بولی تو حبیب کو یک دم یاد آیا۔

"ہاں، وہ۔ وہ ایکچولی، میں یہاں دوحہ میں ایز آ پراجکٹ ڈائرکٹر آیا ہوں۔ یہاں پر ایک نئی عمارت تعمیر ہو رہی ہے، جس سلسلے میں، میں امریکہ سے آیا ہوں۔ مگر یہاں کچھ مسلئہ ہے۔" پھر خاموش ہو گیا۔

"کیسا مسلئہ؟"

"وہ دراصل، روز یہاں کچھ نہ کچھ برا ہو جاتا ہے۔ روز یہاں سے ہمارا سامان چوری ہو جاتا ہے۔ اور کبھی سیکیورٹی کا عملہ۔ کبھی ہمارا مزدور۔ روز کچھ نہ کچھ غائب ہوتا ہے۔ مگر ہم چور کو ابھی تک نہیں پکڑ پائے۔ ہم تو یہ بھی نہیں جانتے کہ کیا وہ چور بھی ہیں یا نہیں بس، کوئی۔۔ آئی ڈونٹ نو، وہ کون ہیں؟ وہ پکڑ میں نہیں آ رہے۔"

نتاشہ کے ماتھے پر بل پڑے۔

"کہاں بن رہی ہے عمارت؟" سپاٹ سا لہجہ۔

"خلیجِ فارس کے قریب ایک پرانی کالونی سے تھوڑا دور۔" اور نتاشہ پر تو بجلی گر گئی۔

"اپنی اور اپنی عمارت کی ساری ڈیٹیلز۔ چوروں سے ریلیٹڈ ساری انفو۔ اس نمبر پر۔ اگلے پندراں منٹ۔ بھیجو!" اور کال کٹ گئی۔

www.neweramagazine.com

یہ کس قسم کا انسان تھا؟ مگر اسے سکون تھا، جب وہ ہیکر اسکا نام بتائے بغیر جان سکتا ہے تو اس چور کو بھی پکڑ سکتا ہے۔

کچھ ہی دیر میں حبیب نے ساری انفورمیشن اسے سینڈ کر دی۔

☆☆☆

48 برس قبل:

جب عبدالرزاق حیدر عثمانی اپنے گھر سے اندھادھن بھاگا تھا، تو راستے میں اسے 'عبدالعزیز لطفی زافر' ملے تھے۔اور انہوں نے ہی اسے اپنے پاس پناہ دی تھی۔عبدالعزیز لطفی زافر کو اس بات کا پہلے ہی علم تھا کہ ان کو آج کی تاریخ میں ایک لڑکا ملے گا۔اور ویسا ہی ہوا، وہ اپنے چھوٹے سے گھر کے باغیچے میں کھڑے تھے، جہاں تین چار کھجور کے درخت تھے تو انہوں نے ایک لڑکے کو باغیچے سے تھوڑا دور زمین پر بے حوش پڑے دیکھا تھا۔

وہ اس لڑکے کو اٹھا کر گھر لائے، اور اسے زمین پر پڑے بستر پر لٹایا۔اسکے ماتھے کو چھوا تو وہ تپ رہا تھا۔انہوں نے جلدی جلدی مرہم نما پٹی تیار کی اور اس کے ماتھے پر لا رکھی۔اسکی آنکھوں کا پردہ اٹھایا مگر آنکھوں کے ڈیلے اوپر کو چڑھے ہوئے

www.neweramagazine.com

تھے۔انہوں نے اسکی گالوں کو چھوا،تاکہ لگا سکیں اس کے گزرے کااندازہ۔اورایک دم سے ان کے ہاتھ میں کرنٹ سالگا۔

یعنی وہ لڑکا'مافوق الفطرت'(سوپر نیچرل) تھا۔اور کہانی تو دراصل یہاں شروع ہوتی ہے۔

عبدالرزاق کی آنکھ کھلنے کے بعد وہ بے حد ڈرااور سہاہوا تھا۔پہلے دودن تک نا کھایاپیا،نا بولا۔بس خاموشی سے ایک کونے میں بیٹھارہا۔پھر جب اسے اندازہ ہواکہ عبدالعزیز اسکے دشمن نہیں ہیں،تواسکے منہ سے زبان نکلی۔چونکہ عبدالعزیز خود بھی مافوق الفطرت انسان تھے،توعبدالرزاق کوانکے ساتھ ایڈجسٹ ہونے میں زیادہ وقت نہیں لگا تھا۔

عبدالرزاق جلد ہی گھل مل گیا تھا۔مگر ابھی اسکا'انتقام'رہتا تھا۔۔

کئی سالوں بعد اس نے اپنا انتقام پوراکیا۔اوراسکے شیطان دل کوتب ہی چین آیا۔

اور یہاں ساری تاریخ پہنچتی ہے اپنے اختتام کو۔

اب نکلنے کا وقت ہے ماضی کے بابوں سے۔۔۔

اب جو بات کروتو کمال کی،حال کی۔۔۔

☆☆☆

www.neweramagazine.com

"اسلام علیکم!" حبیب نے پہل کی۔

"ٹیلی کینیٹک-پائزن!" دوسری طرف سے آواز گونجی۔نالڑکی کی، نالڑکے کی۔

حبیب کا چہرہ امید سے چہک اٹھا۔

"اوہ،ہاں! تمہے کچھ پتا چلا؟" وہ امید بھری آواز سے پوچھا۔

"ہاں!" سپاٹ سا لہجہ، حسبِ عادت۔

"سو؟"

"وہ کوئی چور نہیں ہیں۔" اور حبیب پر تو مانو پہاڑ آن گرا۔

"پھر؟" اس کے ماتھے پر شکنیں تھیں۔

"اس جگہ اور جاب کو چھوڑ دو! یہاں قطر میں تم امریکہ کی فلائٹ سے آئے ہو، یعنی تم عارضی طور پر آئے ہوئے ہو۔ یہاں ہر دوسرے روڈ پر کچھ نا کچھ کنسٹرکٹ ہو رہا ہوتا ہے۔ میرا مشورہ مانو، کہ تم یہ جاب چھوڑ کر کہیں اور جاب ڈھونڈ لو۔"

وہ اپنا وعدہ نبھا رہی تھی۔ وہ کسی کو 'اُن' کے بارے میں نہیں بتائے گی۔

"کیا مطلب ہے تمہارا؟ اگر وہ چور نہیں ہیں تو پھر کون ہیں؟" اسکو اندازہ ہوا تھا، کہ نتاشہ نے ان لوگوں کی شناخت سکپ کر لی تھی۔

www.neweramagazine.com

"وہ غنڈے ہیں۔ یہاں پر ایک ڈرگ مافیا ہے، وہ انکے بندے ہیں۔" اس نے جھوٹ کہا تھا۔اس وقت اسکے منہ میں جو آیا کہہ دیا۔

"مگر وہ ہماری بلڈنگ کیوں نہیں بننے دینا چاہتے؟" وہ حیران تھا۔

"کیوں کہ تمہاری بلڈنگ بننے سے انکو خطرہ ہے۔اور وہ یہ خطرہ کبھی مول نہیں لے سکتے۔ابھی تو تمہارا بندہ، منان غائب ہوا ہے۔اگلی باری تمہاری ہے۔۔" حبیب دنگ رہ گیا۔

"اگر اپنی اور اپنے گھر والوں کی پرواہ ہے، جنکو تم ہر دو دن بعد کال کرتے ہو، تو یہ جاب چھوڑ دو۔اور اپنے کانٹریکٹر کو کہہ کر کوئی اور پراجکٹ لے لو!" پھر رکی۔ حبیب خاموش ہی رہا۔ وہ اب پریشان ہو رہا تھا۔"اب دوبارہ کسی اور کام کے لئے کال مت کرنا۔ایک کلائنٹ میرے پاس صرف ایک ہی بار کام کروا سکتا ہے، یہ میرا رول ہے۔ بائے!"

اور کال ٹک سے بند ہو گئی۔

حبیب کرسی پر بیٹھا، فلیٹ کی کھڑکی سے باہر دیکھ رہا تھا۔اس نے موبائل ساتھ میز پر رکھا اور سر جھکا کر ہتھیلی پر رکھ دیا۔اسکے کان لال ہونے لگے تھے، جس کا مطلب تھا کہ وہ اب پریشان ہو رہا ہے۔

www.neweramagazine.com

کچھ دیر بعد، وہ سٹڈی ٹیبل کی میز پر لیپ ٹاپ رکھے، ایم ایس ورڈ پر اپنا پراجکٹ ریسائن لیٹر لکھ رہا تھا۔ وجوہات والے بلاک پر اس نے 'پرسنل' لکھ دیا۔ لکھتے وقت اسکے ہاتھ کاف دیر تک کانپ رہے تھے۔

وہ خفا بھی تھا۔ کتنی خواہش تھی، اسکی کسی بڑے پراجکٹ پر کام کرنے کی! مگر شاید یہی اس کے حق میں بہتر تھا کہ وہ اس پراجکٹ سے علہدہ ہو جائے۔

ہر انسان مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں رکھتا۔ کوئی کوئی پیچھے ہٹ جاتے ہیں، اور پچھلے قدم پر جمی اینٹ ہی انکے لئے بہتر ہوتی ہے، کیونکہ اکثر اگلے قدم کی اینٹ کریک ہو جاتی ہے۔ اور تقدیر کی کتاب میں کسی کے اگلے لمحے میں کیا لکھا ہے، کون جانے؟

☆☆☆

"بیٹا! ایکزیم کی تیاری کیسی ہے؟"

"تایا جان! اچھی خاصی تیاری کی ہوئی ہے۔" نور نے مسکرا کر جواب دیا۔ وہ اسکے سر پر ہاتھ رکھ کر چلے گئے۔

اور وہ پیچھے بیٹھی سوچ میں ہی رہ گئی۔ زندگی کتنی بدل گئی تھی!

www.neweramagazine.com

کئی دن گزر گئے۔اب اسکی ایک روٹین سی بن ہی گئی تھی۔ صبح کو اٹھتی،ناشتہ کر کے سٹڈی روم کارخ کرتی،اور پھر شام کو ہی باہر آتی تھی۔اسکا زیادہ ٹائم پڑھائی میں ہی گزرتا تھا۔اکثر مریم بھی آکر اسکے ساتھ بیٹھ جاتی اور ادھر ادھر کی باتیں شروع کر دیتی۔پھر الفاظ ختم ہو جاتے تو چلی جاتی۔زرینہ بھی بیچ بیچ میں آتیں اور اسکی طبعیت معلوم کر کے،چائے کا پوچھ کر چلی جاتیں۔عائزہ بھی کبھی آجاتی تھی،اور ریسرچ کے حوالے سے نور سے ہیلپ لے لیتی تھی مگر نور کے بقول اسکا کوئی خاص انٹرسٹ نظر نہیں آرہا تھا۔وہ ریسرچ میں توجہ نہیں لے رہی تھی اور باہر سے بنوانے کا ارادہ رکھتی تھی۔عثمان اب امریکہ چلا گیا تھا اور سکندر تایا ابھی بھی یہیں تھے۔انہوں نے نور کے ساتھ ہی جانا تھا۔وہ یہاں کے بزنس کے معاملات سنبھال رہے تھے،جبکہ عثمان اُدھر سے کام کر رہا تھا۔شام کو جب وہ آتے تو نور کچھ دیر کے لئے انکے ساتھ بیٹھ جاتی۔کھانہ کھاتی اور اپنے کمرے کارخ کرتی۔صبح اٹھ کر پھر ہی روٹین ہوتی تھی۔

(دادی جان جب زندہ بھی تھیں،تو سکندر تایا دو تین مہینے میں دو چکر لگایا کرتے اور یہاں کے بزنس کی دیکھ بھال کرتے اور آفس کے معاملات سنبھالتے۔اور اب چونکہ وہ کچھ دن تک یہیں تھے،تو وہ روز آفس چلے جایا کرتے تھے۔جمال (نور کے پاپا) آئی-ٹی فیلڈ میں تھے۔اور یہاں بھی انہوں نے آئی-ٹی کا دفتر ہی کھولا ہوا تھا،جو اب کافی گرو کر چکا تھا۔)

www.neweramagazine.com

چونکہ چھٹیاں تھیں، تو وہ اپنی ریسرچ بنانے میں پوری طرح مگن تھی۔اور ریسرچ تو دادی جان کے بارے میں ناسوچنے کا ایک بہانہ بھی تھا۔جب تک وہ کسی نہ کسی کام میں بزی رہتی، ٹھیک رہتی۔ مگر جوں ہی وہ دو پل فارغ بیٹھتی،اسے دادی جان یاد آنے لگتیں۔وہ کوشش کرتی تھی کہ زیادہ سے زیادہ وقت مصروف ہی رہے۔ریسرچ کے ساتھ ساتھ وہ آئلٹس کی بھی تیاری کر رہی تھی۔

امریکہ جانے کی ہامی بھرنے پر سب بہت خوش تھے۔ان سب کی ایک مشکل آسان ہو گئی تھی۔ذمہ داری تھی، آسان ہو گئی تھی۔ سکندر تایا نے اسی دن سے اسکے کاغذات بنانے شروع کر دئے تھے۔اسنے سکندر تایا کے ساتھ جا کر پاسپورٹ بھی بنوانے دے دیا تھا۔جو کہ اسکو پندرہ دن میں ہی مل گیا تھا۔کچھ دنوں میں ہی اسکے آئلٹس کا گزام بھی تھا اور ساتھ ہی 'ویزا' کے لئے بھی اپلائے کرر کھا تھا۔

اس سب میں حبیب تو گو منظر سے غائب ہی ہو گیا تھا۔وہ اکثر کال کر لیتا اور زرینہ اور سکندر سے بات کر لیتا۔شروع شروع میں تو ہر روز کال کرتا تھا اور نور کا ضرور پوچھتا تھا پھر آہستہ آہستہ ایک اور پھر دو دن بعد کال کرتا تھا۔جب بھی کال کرے، نور کو سلام بجھواتا تھا۔نور کیمرے کے سامنے نہیں آتی تھی،اور کوئی اصرار بھی نہیں کرتا تھا۔وہ بس 'وعلیکم اسلام' کہہ دیا کرتی تھی۔دونوں میں بات نہیں ہوتی تھی،واٹس ایپ پر بھی کوئی بات نہیں ہوتی تھی۔اب بچا بھی کیا تھا بات کرنے کو؟

www.neweramagazine.com

پھر کچھ دنوں میں رمضان شروع ہو چکا تھا۔اب رمضان کی الگ سی روٹین ہوا کرتی تھی۔وہ رات کو دیر تک جاگتی تھی،اور سحری کے بعد سویا کرتی تھی۔پھر دوپہر کو اٹھتی تھی۔

سحری کے بعد اکثر مریم اسے فجر کی نماز کا کہا کرتی تھی،اور وہ 'پڑھ' بھی لیتی تھی۔مریم اسے ہر سال،ہمیشہ سے کہتی تھی، مگر یہ وہ پہلا سال تھا کہ وہ واقعی ہی پڑھ لیتی تھی اور نماز کے بعد صرف دادی جان کے لئے دعا کرتی تھی۔اور کوئی چہرہ آگے آتا ہی نہیں تھا،دعا کے لئے ہاتھ اٹھاتی،تو یا تو زبان پر دادی جان ہوتیں،یا شکوے۔مگر وہ شکوے نہیں کرتی تھی،کیونکہ اسے یہی لگتا تھا کہ اللہ کونسی اسکی سن لے گا؟مگر نماز بھی بس کبھی کبھی پڑھتی تھی۔زیادہ تر چھوڑ دیتی تھی۔

اس نے اب پارٹیز میں بھی جانا چھوڑ دیا تھا۔افطار اور سحر پارٹیز اکثر ہوتی تھیں،اور یونی کے سارے سٹوڈنٹس ضرور جاتے تھے مگر اسکا دل نہیں چاہتا تھا اب۔دل جیسے اب آہستہ آہستہ کسی ہفتہ بھر پانی کی بوند کے بنا پڑے گلاب سا ہو رہا تھا۔اور گلاب بھی ایسا اس سے منہ موڑ لیا جاتا۔ کہ اب اگر پانی نظر بھی آتا تو

وہ لڑکی جو کبھی زندگی کو پوری پوری طرح جینا چاہتی تھی،آج زندگی کو گزار رہی تھی۔وہ مایوس سی ہو گئی تھی۔

www.neweramagazine.com

اسے اب سکون چاہیے تھا۔اور سکون کی تلاش کا سفر بڑے بڑوں کی زندگی الٹ پلٹ کر رکھ دیتا ہے۔

☆☆☆

رمضان میں حبیب کی بھی روٹین کافی حد تک بدل گئی تھی۔

افطاری تک تو وہ فلیٹ میں ہی بند رہتا اور انٹرنیٹ پر مختلف پراجکٹ جابز چیک کرتا رہتا،اور شام افطاری کے بعد وہ انٹرویوز کے لئے جاتا۔

(تعمیراتی پراجکٹس کے ٹھیکے دار رمضان میں اکثر شام کے بعد ہی فارغ ہوتے اور تبھی انٹرویوز لیتے۔)

مئی کا مہینہ تھا،تو قطر میں گرمی بھی حد سے زیادہ بڑھ گئی تھی۔وہ اب بھی وہیں تھا،اور اپنے لئے کوئی نیا پراجکٹ تلاش کر رہا تھا۔کانٹریکٹر کو اس پراجکٹ پر ریزائن دینے پر،کانٹریکٹر اس سے شدید ناراض تھا اور اسنے اس سے پوری طرح کٹ آف کر لی تھی،کیونکہ اس پراجکٹ کے کانٹریکٹر کو اچھے خاصے پیسے مل رہے تھے۔اوپر سے قطر کی کرنسی بھی اتنی اچھی ہے کہ فائدہ بہت تھا۔حبیب نے اسے کام کی درخواست بھی کی تھی مگر اس نے صاف منہ پر انکار دے مارا تھا۔ابھی تک کسی پراجکٹ کے حوالے سے اسے کال نہیں آئی تھی۔سب پراکٹس کے کانٹریکٹرز پراکٹ شروع کرنے سے پہلے

www.neweramagazine.com

ہی ٹیم بنالیتے ہیں،اور یوں اچانک تو کوئی بھی اسے کام نہیں دے سکتا تھا۔اور حبیب بخوبی یہ بات سمجھ سکتا تھا۔

نتاشہ سے کانٹکٹ کرنے کے بعد، حبیب پچھلا پراجکٹ چھوڑ کر بری طرح پشیمان تھا۔کیا تھا اگر وہ، وہ پراکٹ نہ چھوڑتا اور کانٹریکٹر سے اس معاملے میں ہیلپ لے لیتا؟ہو سکتا ہے، کوئی فائدہ ہو ہی جاتا۔اس نے انتہائی قدم اٹھایا تھا۔اب وہ جگہ جگہ نئے کانٹریکٹرز سے کانٹیکٹ کر رہا تھا کہ شاید اسے کوئی کام مل ہی جائے مگر فلحال تو کوئی آثار نہ تھے۔چونکہ وہ ابھی کوئی پروفیشنل نہیں تھا،نہ ہی اسکے پاس دو سال سے زیادہ کاایکپیرینس تھا تو اسے اتنی آسانی سے کوئی پراجکٹ نہیں دے سکتا تھا۔

اس نے ابھی تک گھر میں کسی کو، عثمان کے علاوہ،اس بات کا نہیں بتایا تھا، کہ کہیں وہ اور زیادہ پریشان نہ ہو جائیں۔پہلے ہی، پاکستان میں سب دادی جان کی دیتھ کے بعد کافی زیادہ پریشان تھے۔اور اب اگر وہ اور پریشان کر دیتا تو پھر اور برا کیا ہوتا؟اسکو یہ بھی پتا چلا تھا، کہ نور امریکہ جانے پر راضی ہو گئی ہے،اور اس بات کی اسے تسلی تھی کہ ممی پاپا اسکے ساتھ ہونگے۔اس نے عثمان کو بھی بس اس لئے بتایا تھا کہ وہ اسے کچھ بہتر مشورہ دے۔تب اس نے ریزائن جمع نہیں کروایا تھا۔عثمان نے بھی اسکو یہی مشورہ دیا تھا کہ وہ ریزائن دے دے۔اور اسے عثمان پر بھروسہ تھا!

اس نے یہ فیصلہ بھی لیا تھا کہ اگر اسے عید تک کوئی پراجکٹ نہیں ملا، تو وہ واپس امریکہ چلا جائگا۔ایک اپر چونیٹ اسے ملی تھی، اور اس نے رد کردی۔اس کے خیال سے، اب اسے سزا بھی تو ملنی تھی۔ مگر کون جانے کے اس پراجکٹ سے علید گی ہی اسکی نیکیوں کا اجر تھا؟

☆☆☆

"میں آپ سب کو ایک خوشخبری دینا چاہتا ہوں!"

دولۃالقطر میں دن چڑھا تھا۔سورج ہمیشہ کی طرح آگ برسا رہا تھا۔ گرمی تھی اور بے حد گرمی تھی۔ مگر زمین کے نیچے اتنی گرمی نہیں تھی، جتنی اوپر کو تھی۔

زمین کے نیچے وہی روز کا معمول چل رہا تھا۔طاقت والے سب لوگ اپنی طاقتوں کی پریکٹس کئے جا رہے تھے اور کچھ لوگ باہر گئے ہوئے تھے، کچھ سامان لینے۔کچھ ابھی ناشتہ کر رہے تھے۔ کچھ باہر کوراہداری میں بیٹھے گپ شپ کئے جا رہے تھے۔

تبھی کچھ اوپر اس آفس نما کمرے میں بیٹھے تھے۔اور عبدالرزاق مسکرا کر انہیں دیکھ رہا تھا۔چہرے پر عجیب سی خوشی چھائی ہوئی تھی۔اس نے ان سب کو یہاں جمع کر رکھا تھا۔وہ ان سب کو کچھ بتانے والا تھا، کچھ خاص بات۔نورا حسبِ عادت اس کے پیچھے

www.neweramagazine.com

بیٹھی تھی۔اسکی چال میں وہی غرور،وہی اکڑپن،وہی تکبر تھا،جو کہ ایک ملکہ کی چال میں ہوتا ہے۔

"میں آپ سب کو ایک خوشخبری دینا چاہتا ہوں۔"

سارے کمرے میں چہ مہ گوئیاں پھیل گئیں۔

"مجھے سمجھ نہیں آرہا کس طرح بتاؤں۔"سب بے اختیار ہنسے۔عبدالرزاق آخر کب سے ایسی باتیں کرنے لگا تھا؟مگر کسی نے کچھ کہا نہیں۔"میرے پاس ایک خوشخبری ہے۔"

"عبدل!اب آگے بھی بول دو!"نورا پیچھے سے مسکرا کر بولی۔سب ہنسے۔

"دراصل میں اب نورالعرش کو یہاں لانا چاہتا ہوں۔"سب کے چہرے سمید،نورا کے چھک اٹھے۔شور سا بلند ہوا۔

عبدالرزاق بھی ہنسا۔وہ جانتا تھا سب خوش ہونگے۔

"ہاں،تو اب میں اسے یہاں لانا چاہتا ہوں۔مجھے لگتا ہے اب یہاں اسکی ضرورت ہے۔"

"بلکل،ہمیں بھی ایسا ہی لگتا ہے۔ہم ان کو دیکھنے کے لئے بے تاب ہیں۔ہم سب۔"آگے سے ایک لڑکا بولا۔

"ہاں میں بھی!"عبدالرزاق مسکرایا۔

"تو پھر کب آئیں گی وہ یہاں؟"وہی لڑکا دوبارہ پوچھ پڑا۔

"انشااللہ، جمعہ کی رات کو ہم انہیں لینے جائیں گے۔اتوار کی صبح وہ یہاں ہونگی!"

"اللہ اللہ! میں تو ملکہ کو دیکھنے کے لئے بے تاب ہوں۔"پیچھے کی ایک لڑکی چہک کر بولی۔

نورا کی مسکراہٹ زرا کو تھمی۔(کوئی بات نہیں! بچّی سے غلطی ہوگئی۔)

"ہاں ہاں، ہم سب اپنی ملکہ کو دیکھنا چاہتے ہیں۔"

عبدالرزاق کھلکھلا کر ہنسا۔نورا کے ماتھے پر پسینہ در آیا۔وہ اب غیر آرامدہ محسوس کر رہی تھی۔

"ارے، تم سب نے تو اسکا نام ملکہ ہی ڈال دیا۔ویسے وہ بلکل ملکاؤں جیسی ہے۔وہ ملکہ بننے کے لئے ہی تو بنی ہے۔ملکۂ نور!"

پھر سے ہنسا۔اوراب نورا تیزی سے اٹھی۔

سب نے اسے حیرانی سے دیکھا۔

"جدۃ! کیا ہوا؟"

www.neweramagazine.com

"نہیں،کچھ نہیں۔بس یونہی دل گھبرانے لگا۔"

"کوئی بات نہیں جدۃ!اب آپ بوڑھی ہو گئی ہیں نہ!"سب کھلکھلا کر ہنسے۔نورا بھی زرا مسکرائی۔"آپ فکر نہ کریں،ہماری ملکہ آئیں گی تو۔۔"

"تم بہت بولنے نہیں لگے!"نورا زرا سختی سے بولی۔

لڑکا خاموش ہو گیا۔سب اب بھی ہنس رہے تھے۔

مگر وہ یہ ہر گز نہیں جانتے تھے کہ ملکہ سب کچھ ہو جانے دیتی ہے مگر اپنی کرسی آخری سانس تک نہیں چھوڑتی۔

اور ملکہ سے اسکی کرسی کچھ بھی کرواسکتی ہے۔

☆☆☆

آج عید کا تیسرا دن تھا۔

اسلام آباد پر دوپہر اتری ہوئی تھی۔نور ڈرائیور کے ساتھ گاڑی میں عائزہ کے گھر کے لئے روانہ تھی۔اس کا دل صبح سے گھبرائے جا رہا تھا۔نا جانے کیا تھا آج کے دن میں؟اب عید پہلے جیسی خوشی نہیں دیتی تھی۔

گاڑی ایک گھر کے آگے آ کر رکی۔موبائل پر سر جھکائے ٹک ٹک کرتی نور نے سر اٹھا کر دیکھا،گاڑی عائزہ کے گھر کے باہر آر کی تھی۔اس نے عائزہ کو کال کی،کہ باہر آ جائے۔

کچھ ہی دیر میں دروازہ کھلا اور مسکراتی ہوئی عائزہ باہر کو آئی۔

"خود چل کر بیل نہیں بجا سکتی تھی؟"نور گاڑی سے نکلی۔

"نہیں،تمہاری ایکسر سائز کروانا چاہتی تھی۔"دونوں مسکرا کر گلے ملیں۔

عید مبارک!"نور بولی۔

"یو ٹو!"

نور نے آج بلیک کلر کا شورٹ سا فراک پہن رکھا تھا،جس کے اوپر گلابی،کاسنی اور ہرے رنگ کا کام ہوا تھا۔اور ہاتھ میں سیاہ رنگ کی ہی چوڑیاں پہن رکھی تھیں۔اسے پہنتے وقت یاد آیا کہ جب حبیب نے اسے سیاہ رنگ کی چوڑیاں لینے کا کہا تھا تو اسنے برا سا منہ بنایا تھا کہ 'یہ رنگ تو مجھے سب سے برا لگتا ہے' اور اب دیکھو۔۔اسے آج اپنا آپ بے حد خوبصورت لگ رہا تھا اور وہ بلاشبہ سیاہ رنگ میں کسی ساحرہ کی سی چمک رہی تھی۔

"تم جاؤ،میں ڈراپ کر دوں گی۔"

عائزہ نے نور کے ڈرائیور سے کہا اور پھر دونوں اندر کو چلی گئیں۔

"تم نے گارڈ بدلا لیا؟" نور آج گیٹ پر ایک نئے چوکیدار کو دیکھ کر حیران ہوئی۔

"نہیں! وہ آج چھٹی پر گیا ہے۔ تو اسکی جگہ آج یہ آگیا ہے۔" عائزہ نے اسے بتایا۔

دونوں اب اندر گئے۔

"آج دراصل ممی پاپا لاہور گئے ہوئے ہیں۔ تو آج ہم خوب انجوائے کریں گے۔"

عائزہ اب کچن سے فروٹ کی ٹرے اور چھری وغیرہ اٹھا رہی تھی۔

"ہاں گریٹ! مزہ آئے گا۔" نور ہنس کر بولی۔

دونوں سیڑھیوں سے اوپر چڑھتے، باتیں کرتے رہے۔ نور نے اسے ابھی ابھی اپنی فلائٹ کا بتایا تھا۔ کمرے میں پہنچ کر عائزہ نے سامان میز پر رکھا۔

"واہ لڑکی! تم تو بیٹھے بیٹھے امریکہ پہنچ گئی ہو۔ ہاں؟" مسکرا کر بولی۔

"بس دیکھ لو!" نخریلے انداز میں بولی۔ دونوں ہنس پڑے۔ "میں نے سوچا ایک آخری بار بھی مل لوں!"

"ہوں، کب کی فلائٹ ہے؟"

www.neweramagazine.com

"دو دن بعد کی۔اتوار کی۔ مریم کی کل فلائٹ تھی، وہ اور زرینہ تائی تو چلی گئیں۔اب پرسو میں سکندر تایا جان کے ساتھ جاؤں گی۔"نورا سے بتانے لگی۔

"اچھا،اتم دو منٹ بیٹھو! میں کافی لائی۔"

عائز کہہ کر اٹھی۔نورا اب میز پر جھک کر فروٹ کاٹنے لگی۔

کچھ دیر بعد دروازہ پھر سے کھلا۔

"ویسے تمہاری ریسرچ کا کیا بنا؟ تم۔۔"الفاظ منہ میں ہی رہ گئے۔چہرہ اٹھایا تو دنگ رہ گئی۔

خطرے کی گھنٹیاں بجنیں لگیں۔

دل کی گبھراہٹ بڑھ گئی۔

یہ تو۔۔۔

☆☆☆

تین دن پہلے:

"عائزہ تمہارے بابا کہہ چکے ہیں، کہ اگر تمہارے اس سمسٹر میں بھی کم مارکس آئے تو وہ ایکسٹرا پیسے جمع کروا کر اس بار تمہیں مارکس نہیں لے کر دیں گے۔اور جو پہلا رشتہ آیا، تمہاری شادی۔۔"اس نے منہ بناتے ہوئے بات کاٹی۔

"ممی! آپ ڈیڈ کو صاف صاف بول دیں کہ مجھے فلحال کوئی شادی وادی نہیں کرنی۔اور ویسے بھی کوئی کم مارکس نہیں آتے میرے۔"لہجہ تھا کہ بے حد تلخ۔

"پچھلے سمسٹر میں بھی تمہارا جی-پی-اے بہت برا آیا تھا۔اور اس بار وہ تمہیں کسی قسم کی سپورٹ نہیں دیں گے۔میں تمہیں وارن کر رہی ہوں۔"

اف! ایک تو یہاں بیٹھنا ہی عذاب ہے!"کہہ کر وہ تیزی سے اٹھ کر لاؤنج سے اوپر کی سیڑھیوں سے ہوتی اپنے کمرے کو چلی گئی۔

کمرے میں جاتے ہی موبائل اٹھالیا۔تبھی موبائل پر کال آنے لگی۔نام دیکھ کر ٹھٹک گئی۔

ارتضٰی کی کال تھی۔

اس نے کال ریسیو کی۔

"ہیلو!"حیران سا لہجہ۔

"عائزہ بات کر رہی ہو؟"

"ہاں، بولو!" بھنویں بھینچیں۔

"عائزہ! مجھے تم سے ایک بہت ضروری کام ہے۔"

(اسے مجھ سے کیا کام پڑ گیا۔۔؟؟)

"کہو!" سپاٹ لہجہ تھا۔

"مجھے نور کے حوالے سے کچھ بات کرنی ہے۔" عائزہ ٹھٹک کر رہ گئی۔

"کس کے بارے میں؟" دوبارہ پوچھے بنا وہ رہ نہ سکی۔

"نور۔ تمہاری دوست نور العرش۔" دماغ میں کچھ گھنٹی سی بجی۔

"ہاں، بولو!"

"تمہیں یاد ہے نیو ایئر نائٹ کو نور نے سب کے سامنے۔۔"

"وہ سب ایک مزاق تھا۔ اور تم نے ہی اسے پہلے چھیڑا تھا۔"

"مگر میری بے عزتی ہوئی۔ اور اب میں اس سے اپنا بدلہ لینا چاہتا ہوں۔" عائزہ کو اس پر غصّہ آیا۔

"مجھ سے مطلب؟"

"نور سب سے زیادہ یونی میں تمہارے ساتھ ہوتی ہے۔میں چاہتا ہوں، تم اسے اپنے گھر بلاؤ!"

وہ دنگ رہ گئی۔فون کان سے ہٹا کر نام دوبارہ دیکھا۔

"تمہارا دماغ۔۔"ارتضیٰ نے اسکی بات کاٹی۔

"بدلے میں تمہیں کچھ ملے گا۔"وہ جلدی سے بولا۔

"کک۔کیا؟"

"میرے ماموں یونی میں کارڈینیٹر ہیں،رائٹ؟"

"اوکے!"

"مجھے پتا ہے تمہارے ڈیڈ انہیں رشوت دے کر تمہارے لئے مارکس خریدتے ہیں تاکہ تمہارا جی پی اے اچھا آئے۔"عائزہ کو اب کچھ کچھ سمجھ آنے لگی۔

"اوکے۔تو؟"

"میں تمہے اس فائنل سمسٹر کی ریسرچ کلیئر کروادوں گا اور جی پی اے بھی ٹوپ کلاس ہوگا۔"

عائزہ کے اندر کچھ ڈوب کر ابھرا۔کافی دیر خاموش رہی۔

(ایم سوری نورالعرش! بٹ دِس از امپورٹنٹ)

"اوکے، پلین کیا ہے؟"

دوسری طرف ارتضیٰ اب قہقہہ مارے ہنسا تھا۔"یہ دوستیاں بھی نہ۔۔!!"

"اوکے، تو سنو۔۔"

وہ کہتا گیا اور عائزہ کے چہرے پر زرا پریشان سے آثار در آئے۔

"ہو جائیگا!"کال بند کر دی۔

پھر وہ کسی سوچ میں ڈوب گئی۔

(بے چاری نورالعرش، ساری یونی میں بہت سمارٹ بنتی تھی نا؟ ہو نہہ!)

☆☆☆

"ارتضیٰ، تم؟"

نور کے دماغ میں خطرے کی گھنٹیاں بجنے لگیں، اتنی تیز کہ اس کا تو سر ہی چکرا گیا۔کچھ غلط ہونے والا تھا۔

"ہاں، میں!"درشتگی سے بولا۔

www.neweramagazine.com

"تم، یہاں۔۔ کیا؟" زرا کنفیوزڈ سا اسے دیکھی۔ وہ اب قدم قدم اسکی جانب بڑھ رہا تھا۔

"کیوں، حیران ہو گئی؟ یا پھر پریشان!" معنی خیز انداز میں بولا۔

"تمھے کیا لگا؟ تم مجھے ساری دنیا کے سامنے شرمندہ کرو گی، سب کے سامنے میری بے عزّتی کرو گی، سب میرا مزاق اڑائیں گے، مجھے بُلی کریں گے اور بات ختم! نہیں، ہر گز نہیں! میں معاف کرنے والوں میں سے نہیں ہوں نورالعرش! جس طرح تم نے مجھے سار دنیا کے سامنے شرمندہ کیا، ساری دنیا کے سامنے میرا مزاق اڑایا۔ آج میں! میری باری ہے آج!" وہ اب آہستہ آہستہ آگے کو آرہا تھا۔ جیب میں ہاتھ مار کر کیمرا نکالا۔

نور قدم قدم پیچھے کو ہٹتی جارہی تھی۔

"ارتضیٰ! تم غلط سمجھ رہے۔۔"

"چپ! آج تم بولو گی نہیں۔" وہ گلا پھاڑ کر اس پر چلایا۔ وہ یک دم سے ڈری۔

اب وہ پیچھے جاتی جاتی اسی فروٹ والی میز تک آرکی۔ میز پر پلیٹس، فروٹ اور چھری وغیرہ ویسی ہی دری تھیں۔

www.neweramagazine.com

ارتضیٰ اب اسکے بلکل قریب آرکا۔نور نے غور کیا،اس نے اس سے بدترین چہرہ آج تک نہیں دیکھا تھا۔

"تم!"ارتضیٰ نے اب اپناہاتھ اس کے چہرے پر رکھا۔"تم سے آج میں نے حساب۔۔"

اس سے پہلے کہ اس کا جملہ پورا ہوتا، تیز چھری کی دھاڑ اسکے موٹے گال پر لگی اور اسکی گال سے خون کا فوارا باہر کو نکلا۔

"آآآ۔۔"وہ درد سے کراہا۔

نور نے پیچھے فروٹ والی پلیٹ سے چھری اٹھائی تھی اور پورے زور سے وار کیا تھا۔

"تم۔۔ارتضیٰ۔۔تم اب بھی اس قابل نہیں ہو۔"وہ تیزی سے بولی۔ساتھ ہی چھری زمین پر پھینکی اور پیچھے کو مڑی۔"تم پر خدا کا کہر نازل ہو!"

کہہ کر وہ تیزی سے دروازہ کھول کر باہر کو بھاگی۔ تبھی سیڑھیوں کے قریب حیرانی سے عائزہ بھاگتی ہوئی آئی۔

اس نے جیب سے ٹیزر نکالا اور تیزی سے اسے شاک دیا۔وہ ہمیشہ اپنے پاس ایک سیلف-ڈیفنس کا آلہ رکھتی تھی، مگر وہ یہ نہیں جانتی تھی کہ وہ آلہ یہاں کام آئیگا۔وہ

www.neweramagazine.com

تیزی سے بوکھلا کر پیچھے کو ہوئی اور نور نیچے کو بھاگی۔آنسو اسکی گالوں پر بے اختیار ٹوٹ ٹوٹ کر گر رہے تھے۔

(اللہ! میں مر کیوں نہیں گئی؟میں نے ایسی سیچوایشن کیوں دیکھی؟)

وہ تیزی سے دروازہ کھول کر باہر کو بھاگی۔

(اللہ! میں مر ہی جاؤں)

باہر کو کرائے پر خریدا گیا بوڑھا گارڈ آگے کو آیا اور اسے روکنے کی کوشش کی۔مگر اس نے پورے زور سے اسے ایسے دھکا دیا کہ وہ پیچھے جا گرا۔

(میں اور نہیں جینا چاہتی۔ایسی زندگی سے تو اچھی موت ہوتی ہے)

وہ اب بھاگتے ہوئے پھوٹ پھوٹ کر روئے جا رہی تھی۔اب وہ روڈ پر بھاگ رہی تھی۔نا گلے میں دوپٹہ تھا،نہ پیر میں جوتے۔

تبھی وہ کسی چیز سے ٹکرائی۔

اور پھر اسکی آنکھوں میں اندھیرا چھانے لگا۔

گہرا اندھیرا۔۔

اور پھر اس کے حواس گم ہو گئے۔

گہرااندھیرا۔۔

☆☆☆

روشنی۔۔گہری روشنی۔۔اندھیرا۔۔روشنی۔۔منظر واضع!

زرازرااسکی آنکھیں کھلنے لگیں۔آہستہ آہستہ منظر واضع ہونے لگا۔وہ کہاں تھی،اسے یک دم کچھ سمجھ نہیں آیا۔آہستہ آہستہ اسکے حواس بھی لوٹنے لگے اور اسکے دماغ نے آہستہ آہستہ چیزوں کو اینالائز کرناشروع کیا۔

اسکی آنکھیں فلحال چھت پر جمی تھیں۔کشادہ سفید چھت،جس پر عربی نقش ونگاری کی گئی تھی۔اور بے حد خوبصورت ترین بڑاسافانوس روشن تھا۔جس کے اندر سے کرسٹل کی چھوٹی چھوٹی بیلیں سی لٹکیں تھیں،مگر پہلی نظر میں وہ بیلیں ہر گز نہیں لگتی تھیں۔اسے سمجھ نہیں آرہاتھایہ کس جگہ کی چھت ہے؟جانے کیوں اس کے دماغ میں اس چھت کا کوئی منظر سیو نہیں تھا۔

پھراسے یاد آیا۔ارتضیٰ!۔۔ہاں ارتضیٰ اس کے پیچھے تھااور پھر۔۔؟اور پھر جیسے دماغ میں آگے کاساراڈیٹاغائب تھا۔آگے کیاہواتھا؟کیاوہ بے حوش ہوگئی تھی؟کیااسکو کوئی ٹکرلگ گئی تھی؟کیاوہ کہیں گرگئی تھی؟

کیااسے ارتضیٰ نے پکڑلیاتھااور وہ اب اسکے کمرے میں۔۔؟؟

www.neweramagazine.com

اس نے محسوس کیا وہ ایک نہایت نرم سے بستر میں گھسی پڑی ہے اور جیسے وہ بستر ہوا کی طرح ہے۔ ملائم سا۔ اور اس نے پھر آنکھیں بند کر لیں۔

"اللہ تعالیٰ! میں۔۔ میں تو (الفاظ ہی نہ نکلے منہ سے۔ آنکھوں سے آنسو ٹوٹ کر گرے)۔۔ میں کیا ہوں؟ اللہ تعالیٰ! میں کچھ بھی نہیں ہوں، نہ تھی۔ میں بس۔۔ بس اتنا جانتی ہوں کہ میں آپکی بندی ہوں اور۔ اور۔ (نہیں مسلمان کہیں سے بھی نہیں)۔ اور۔ کچھ بھی نہیں ہوں۔ مجھے آپ نے پیدا کیا ہے۔ میں جانتی ہوں، آپ اپنے بندوں کو رسوا نہیں۔۔ لیکن۔۔ لیکن میں تو آپکی بندی ہی نہیں ہو۔" بے اختیار اسکا دل چاہا کہ پھوٹ پھوٹ کر روئے۔ وہ تھی کیا آخر؟ بس ایک خوبصورت لڑکی، جو اپنی اِنسیکیوریٹیز چھپانے کے لئے الٹی سیدھی حرکتیں کرتی تھی۔ جو کہ دین کی بات کو ایکسٹرا اور بورنگ سمجھتی تھی۔ جو مشکل آنے پر یہ بھی نہیں سمجھ پائی کہ آخر 'اسکا' اللہ سے تعلق کیا ہے۔ وہ لیٹی، آنکھوں سے آنسو بہائے جا رہی تھی۔

"اللہ تعالیٰ! میں۔۔ میں کچھ بھی نہیں ہوں۔ بس۔ بس ایک گنہگار انسان ہوں۔ جو۔ جو یہ بھی نہیں جانتی کہ آپ سے بات کس طرح کروں؟ بس میں اتنا جانتی ہوں کہ آپ۔ آپ مجھے۔۔ اگر میں نے کبھی زندگی میں کوئی اچھا کام کیا ہو۔۔ جو۔ جو آپکو۔ آپکو پسند آگیا ہو، اسکی خاطر آج میرے ساتھ کچھ برا نہ ہوا ہو۔ پلیز اللہ جی، پلیز! میں آئندہ کبھی بھی برے کام نہیں کروں گی، پلیز بس آج مجھے بچا لیں۔"

آنکھوں سے آنسو زرا صاف کیئے۔اب اسے لگا،اسکا دماغ کام کرنے لگ گیا ہے۔ناک میں سے بلغم اندر کو کھینچا اور کچھ دیر تک اوپر ہی دیکھتی رہی۔پھر زرا آرام سے اٹھ بیٹھی اور ٹھٹک کر رہ گئی۔۔یہ تو۔۔یہ تو بلکل کسی محل کا سا کمرہ تھا۔

کشادہ کھلا سا کمرہ۔وہ ایک گول کشادہ بیڈ پر لیٹی تھی اور اسکے سامنے بڑا سا محلوں والا خوبصورت دروازہ تھا۔کمرہ چاروں طرف سے لکڑی سے فرنشڈ تھا اور آگے الماریاں سی کھڑی تھیں،اونچی سی۔بڑی بڑی۔اوران میں سے کچھ کتابوں کی بھی الماریاں تھیں،جن میں کتابیں سی بھری پڑی تھیں۔آگے کو خوبصورت،عربی سٹائل کے صوفے اور میز پڑی تھی۔میز پر بے شمار سرخ پھول اور فروٹ کی بھرمار تھی۔ہر قسم کا فروٹ وہاں پڑا نظر آتا تھا۔دوسری طرف ایک کشادہ سنگھار میز تھی،جس پر بے شمار خوشبو کی بوتلیاں پڑی تھیں۔اور تھوڑا سا آگے ایک اور شو۔کیس سی الماری پڑی تھی،جس میں عربی طرز کے چند خوبصورت مگر پرانے سے مونیومینٹس پڑے تھے۔وہ اتنے خوبصورت تھے کہ انکو ان الماریوں میں رکھنا ان کی شان میں گستاخی معلوم ہوتی تھی۔

لمحے بھر کو تو وہ ڈر ہی گئی۔وہ تھی کہاں آخر؟

(نہیں،یہ۔یہ ارتضیٰ کا گھر کبھی نہیں ہو سکتا!یہ تو جیسے کوئی محل ہے!اللہ جی،پلیز میری مدد کریں!)

www.neweramagazine.com

وہ ڈری سہمی ہوئی زرا ہلی اور نرم و ملائم سفید بستر سے زرا پاؤں باہر نکالے اور پھر نیچے کیئے۔ نیچے خوبصورت سے چپل پڑے تھے۔اس نے ان چپلوں میں پاؤں ڈالا۔ پھر سوچتی ہوئی کھڑی رہ گئی کہ اب کرے کیا؟ پھر جانے کیا سوچا اور آہستہ آہستہ قدم اٹھاتی وہ سنگھار میز تک آئی۔

اتنی بڑی سنگھار میز اس نے آج تک نہیں دیکھی تھی۔اور اس قدر خوبصورت کہ آنکھوں سے پانی نکل آئے۔اسنے شیشے میں اپنا عکس دیکھا۔وہ بھورے لمبے خوبصورت بال۔وہ بڑی بڑی خوبصورت کانچ سی سنہری آنکھیں۔وہ نرم سفید خوبصورت جلد۔وہ لمبی سی گردن۔وہ خوبصورتی سے بنی بھنویں۔وہ لمبی لمبی پلکیں۔وہ گال کی ہڈّی۔وہ ایک دن 'ڈھے' جانے والا خوبصورت وجود!

اس سب میں اس کا کیا تھا؟

اب جب اس نے اپنے آپکو مشکل میں پایا ہے۔اور جب یہاں اس وجود کے علاوہ اسکے پاس کچھ بھی نہیں ہے، تو اسکا کیا ہے؟

کیا یہ بھورے لمبے بال، جن کو وہ ہر دو ماہ بعد تراشنے پالر جایا کرتی تھی، اسکے ہیں؟ کیا اس وقت یہ بال اس کے کام آسکتے ہیں؟

www.neweramagazine.com

کیا یہ سنہری بڑی بڑی کانچ سی آنکھیں، جن میں وہ اکثر لینس لگایا کرتی تھی، اسکی ہیں؟ کیا اس وقت یہ آنکھیں اسکے کام آسکتی ہیں؟

کیا یہ نرم سفید جلد، جس پر وہ اکثر مختلف کریمز لگایا کرتی تھی تاکہ اسکی چمک ماند نہ پڑ جائے، اسکی تھی؟ کیا اس وقت یہ جلد اسکے کام آسکتی تھی؟

کیا یہ اٹھی ہوئی لمبی سی گردن، جسے قائم رکھنے کے لئے وہ ڈائٹ اور ایکسر سائز کرتی تھی، اسکی تھی؟ کیا اس وقت یہ لمبی گردن کسی کام آسکتی تھی؟

کیا یہ بھنویں، جنکو شیپ میں رکھنے کے لئے وہ ہر دوسرے ہفتے پالر جاتی تھی، اسکی تھیں؟ کیا اس وقت یہ بھنویں اسکے کسی کام آسکتی تھیں؟

کیا یہ لمبی پلکیں، جنکو سیدھا اور لمبا رکھنے کے لئے وہ مہنگے سے مہنگے پروڈکٹس لیا یا کرتی تھی، اسکی تھیں؟ کیا اس وقت یہ پلکیں اسکے کسی کام اسکتی تھیں؟

کیا یہ دونوں گالوں پر پتلی سی ہڈّی، جس کو بنائے رکھنے کے لئے وہ اکثر فیس ایکسر سائزس کیا کرتی تھی، اسکی تھی؟ کیا اس وقت یہ ہڈّی اسکے کام آسکتی تھی؟

کیا یہ وجود، جسکو اس نے تراش خراش کر، اپنے اصلی وجود سے تبدیل کر دیا اور یہ وجود جو کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے امانت کے طور پر اسے دیا گیا ہے، اور اسنے خیانت کر دی، اسکا تھا؟ کیا اس وقت یہ 'ڈھے جانے والا وجود' اسکے کسی کام آسکتا تھا؟

جب وہ سب کچھ جس کو وہ اپنا سمجھتی تھی،اور جس پر وہ فخر محسوس کرتی تھی،اور جسکو وہ ساری زندگی پوجتی آئی ہے،اس کے اس وقت کسی کام نہیں آسکتا،تو غرور کس بات کا تھا؟کیا یہ آنکھیں اس نے خود بنائی ہیں؟کیا یہ بال وہ خود بنا سکتی ہے؟کیا یہ پلکیں،یہ بھنویں،یہ گردن،یہ گالوں کی ہڈّی۔۔یہ وجود۔۔وہ خود بنا سکتی تھی؟

آخر کون بنا سکتا ہے یہ سب؟اللہ تعالیٰ؟تو پھر آج تک وہ ان کو سجا سجا کر کیوں رکھتی رہی؟ان کو کیوں راضی رکھتی رہی؟کیا یہ اسکے تھے؟کیا ان پر اس کا حق تھا؟کیا یہ اس مشکل وقت میں اسکے کسی کام آسکتے ہیں؟نہیں!ہر گز نہیں!

("دنیا کی زندگی تو محض دھوکے کا سامان ہے۔")

وہ تھی ہی کیا آخر؟ایک مٹّی سے بنا وجود،جس کو کچھ عرصے کے لئے امتحان دینے بھیج دیا گیا ہے،اور اب اس کو اندازہ ہو رہا ہے کہ نہ ہی صرف آخرت بلکہ وہ تو دنیا میں ہی اپنی آنکھوں میں منہ کے بل گر گئی۔وہ تو اس قابل بھی اب نہیں رہی کہ یہ سوچ سکے کہ وہ خود کو اس مشکل سے نکال سکتی ہے۔ہمیشہ کی طرح مار پیٹ کر۔

آنکھوں سے بے اختیار آنسو ٹپکے۔

انسان کچھ بھی نہیں ہوتا۔مگر یہ اسے بہت دیر سے پتا لگتا ہے۔

www.neweramagazine.com

اس نے گالوں پر دھرے آنسو صاف کئے اور قدم قدم چلتی آگے بنے شو کیس میں جڑے ان مونیو منٹس کے آگے آ کھڑی ہوئی۔

اس شو کیش میں بے حد خوبصورت شو پیسز پڑے تھے۔ دنیا بھر کے چند مشہور چھوٹے بڑے مونیو مینٹس۔

پھر اس کی نظر اوپر کی شیلف میں پڑی۔ سب سے اوپر ایک 'لکڑی کا گھر' سا پڑا تھا، جیسے کوئی فارم ہاؤس، جس کے آگے ایک وِنڈ مل سی لگی تھی جس پر تین پَر لگے تھے۔ وہ دنیا کا کوئی عجوبہ یا کوئی خاص چیز نہیں تھی، بلکہ وہ تو بس ایک عام سا فارم ہاؤس تھا۔ مگر وہ اس قدر خوبصورتی سے بنایا گیا تھا کہ اس سے کوئی بڑے سے بڑا مصّور بھی کوئی نقص نہ ڈھونڈ پائے۔ جس قدر نفاست سے اس کے پَر جڑے تھے۔ اللہ اللہ!

اس نے ہاتھ اونچا کیا اور اس کے پروں پر انگلیاں لا رکھیں۔ مگر اس سے پہلے کہ وہ ان پروں کی پتلی لکڑی کی سختی کو جانچ پاتی، وہ پر اسکی انگلیوں کے وزن سے نیچے کو ہوئے۔ اس نے ڈر کر ہاتھ پیچھے کو کیا۔ پھر اسے اندازہ ہو گیا کہ وہ پَر گھومتے ہیں۔ اسے جانے کیوں ہر چیز سے ڈر لگ رہا تھا۔ اس نے انگلیاں دوبارہ اوپر کیں اور ان پروں پر رکھ کر انہیں زور سے دائیں سے بائیں گھامایا، یوں کے دو چکّر سے ہو گئے۔

مگر پھر اس نے انگلیاں اٹھائیں تو وہ پر خود ہی دوسری طرف کو گھومنے لگے۔ اور۔۔

www.neweramagazine.com

اوران میں سے ساز نکلنے لگا۔ کوئی گیت سا۔

آواز اور زبان، لہجے کی طرح بلکل عربی تھی۔ مگر بے حد خوبصورت مردانہ آواز۔

جیسے دنیا کی سب سے خوبصورت آواز نور العرش کے کانوں میں گونجی ہو۔

کوئی عربی گیت تھا۔۔

"انت الضوء الذي يلمع في ظلام المساء هو شعلة"

(شامِ اندھیر کو جو چراغاں کرے، وہ مشعل بھی تو ہے)

" أنت النور الذي يلمع في الليل المظلم"

(شبِ تاریک میں جو اُجالا کرے، وہ جگنو بھی تو ہے)

"أنت الشخص الذي يريح جروحي في الألم"

(رنج والم میں میرے زخموں کو جو سکوں بخشے، وہ مرحم بھی تو ہے)

"أنت الشجرة التي تخيم علي في محنة"

(کرب کی دھوپ میں میرا سایہ افگن جو بنے، وہ شجر بھی تو ہے)

"أنت الشخص الذي يساعدني على طول الطريق الصخري"

(سنگ آمیز ذمیں پر میری راہوں سے جو کنکر چنے، وہ ہمراہ بھی تو ہے)

"أنت القائد الذي يرشدني في الظلام بالطريقة الصحيحة"

(گھپ اکناف میں مجھے راہِ راست جو دکھلائے، وہ راہنما بھی تو ہے)

"أنت الأغنية التي تبدو في صمت"

(سنسانئ قلب میں میرا سازِ سنگ جو بنے، وہ گیت بھی تو ہے)

"أنت الوردة التي يصبح عطري في الأوقات السيئة"

(عصرِ بنجر میں میری خوشبو جو بنے، وہ گل بھی تو ہے)

"أنت الفنان الذي يرسم صورة لي في عالم من الألوان"

(رنگِ دنیا میں میرے رنگ جو رنگے، وہ مصوّر بھی تو ہے)

"أنت القمر الذي يصبح النور في الليل المظلم"

(لیلِ اندھیر میں میرا اجوت جو بنے، وہ ماہِ تمام بھی تو ہے)

☆☆☆

('حصّہ اوّل 'آغاز"۔ ختم شُدّ)

www.neweramagazine.com

(حصّہ دوم **'ایک داستان ہے پرانی"**-آئندہ انشاءاللہ)

نوٹ

شامِ اندھیر کو جو چراغاں کرے از صارم خان پڑھنے کے بعد اپنی رائے سے ضرور آگاہ کریں۔ نظرِ ثانی کرتے ہوئے اس بات کو یقینی بنایا گیا ہے کہ کسی قسم کی غلطی نہ ہو اگر پھر بھی کوئی غلطی رہ گئی ہو تو اس کی نشاندہی ضرور کریں تا کہ ہم اس کو بہتر کر سکیں۔

تعاون کا طلبگار

ادارہ (نیو ایرا میگزین)

ہمیں اپنی ویب نیو ایرا میگزین (New Era Magazine) کیلئے لکھاریوں کی ضرورت ہے۔ اگر آپ ہماری ویب پر اپنا ناول، ناولٹ، افسانہ، کالم، آرٹیکل، شاعری، پوسٹ کروانا چاہیں تو اردو میں ٹائپ کر کے مندرجہ ذیل ذرائع کا استعمال کرتے ہوئے ہمیں بھیج سکتے ہیں۔

(Neramag@gmail.com)

(انشااللہ آپ کی تحریر ایک ہفتے کے اندر اندر ویب پر پوسٹ کر دی جائے گی۔ مزید تفصیلات کیلئے اوپر دیئے گئے رابطے کے ذرائع کا استعمال کر سکتے ہیں۔

شکریہ ادارہ: نیو ایرا میگزین

www.neweramagazine.com